جولائی July 2025

ماہنامہ
صدائے شبلی
حیدرآباد

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad
ISSN: 2581-9216

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
محمد علی جوہر

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی
قیمت: -/30 روپے
www.shibliinternational.com

ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

Monthly Hyderabad

SADA E SHIBLI

جولائی July 2025 جلد: Vol: 8 شمارہ: Issue: 89

ISSN: 2581-9216

مدیر:

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران:

ڈاکٹر عبدالقدوس

ڈاکٹر سراج احمد انصاری

ابو ہریرہ یوسفی

قیمت فی شمارہ:	30/-
سالانہ:	360/-
رجسٹرڈ ڈاک:	450/-
بیرونی ممالک:	50/- امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:	2000/-

SADA E SHIBLI
A/c: 1327102000023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

Email: sadaeshibli@gmail.com

Mob: 9392533661 - 8317692718

ماہنامہ "صدائے شبلی" حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے
ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔ پروفیسر مظفر علی شہہ میری
پروفیسر محسن عثمانی ندوی۔ پروفیسر ابوالکلام
پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
مفتی محمد فاروق قاسمی۔ مولانا ارشاد الحق مدنی
ڈاکٹر نادر المسدوسی۔ الحاج سید عظمت اللہ بیابانی
مولانا محمد مساعد ہلال احیائی۔ اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ۔ محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق۔ ڈاکٹر حمران احمد۔ ڈاکٹر ناظم علی
ڈاکٹر مختار احمد فردین۔ ڈاکٹر غوثیہ بانو
ڈاکٹر سید امام حبیب قادری۔ ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی
ڈاکٹر سمیہ تمکین۔ ڈاکٹر صالحہ صدیقی۔ ڈاکٹر نوری خاتون
ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
ڈاکٹر آصف لئیق ندوی۔ ڈاکٹر مظفر علی ساجد۔
مولانا عبدالوحید ندوی۔ مولانا احمد نور عینی
ابو ہریرہ ایوبی۔ محسن خان

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس
میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط و کتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352,
B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Dabirpura Road, Purani Haveli,
Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	**اپنی بات**	ڈاکٹر محمد حامد ہلال اعظمی	۵
۲	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۶
۳	فتنۂ قادیانی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	مولوی حبیب الرحمٰن	۷
۴	عصمت چغتائی کے فکشن کے کردار: ایک مطالعہ	ڈاکٹر فریدہ تبسم	۱۰
۵	نوجوانوں کی بیداری اور معاشرتی اقدار کی حفاظت، وقت کا سب سے..	ڈاکٹر مفتی سہیل ندوی	۱۳
۶	**منقبت**	سیدہ تبسم	۱۴
۷	**بچے کیا پڑھیں؟**	ڈاکٹر محمد مشتاق احمد	۱۵
۸	**منقبتِ حضرتِ امام حسینؓ**	مظفر شہ میری	۱۷
۹	**میرے ابا**	شبینہ فرشوری	۱۸
۱۰	**یاد آتے ہیں**	رہبر پرتاپ گڑھی	۲۰
۱۱	حضرت حافظ محمد عبدالغنی صاحبؒ کی وفات حسرت آیات، کتابِ الٰہی...	مفتی امداد الحق بختیار قاسمی	۲۱
۱۲	**مقام حضرت امیر معاویہؓ**	مفتی حسین احمد حسامی	۲۳
۱۳	**منقبت حضرت امام حسینؓ**	ڈاکٹر نادر المسدوسی	۲۶
۱۴	نئی نسل میں ناجائز تعلقات کا رجحان!	محمد سالم سَرَیّانوی	۲۷
۱۵	اے خدا صرف ایک عہدِ وفا اب بھی کہاں باقی ہے	سعدیہ فاطمہ عبدالخالق	۳۲
۱۶	اردو زبان وادب تاریخ وتنقید-ایک اجمالی جائزہ	تبصرہ نگار: محمد شاہد الاعظمی	۳۵
۱۷	مقدس یوم عاشور کے موقع پر خرافات اور گمراہیوں کو روکنا بے حد ضروری	محسن خان	۳۹
۱۸	علم وحکمت سے دوری مسلمانوں کے زوال کا سبب......	مجید عارف نظام آباد	۴۰
۱۹	خاندان آصف جاہی کے تعلیمی مشن کو جاری رکھنے عظمت جاہ کا عزم	فاضل حسین پرویز	۴۱

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے خصوصی معاونین

جناب **ابوسفیان اعظمی**، مقیم حال ممبئی

جناب **محمد یوسف** بن الحاج محمد منیر الدین عرف ولی مرحوم، حیدرآباد

مفتی **محمد فاروق قاسمی**، صدر علماء کونسل وجے واڑہ، آندھرا پردیش

الحاج سید **عظمت اللہ بیابانی**، وجئے نگر کالونی، حیدرآباد

مولانا **منصور احمد قاسمی**، معین آباد، تلنگانہ

الحاج **رئیس احمد اقبال**، انجینئر صدر سہارا ویلفیئر سوسائٹی، حیدرآباد

الحاج **محمد زکریا** انجینئر (داماد استاذ الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ)

ڈاکٹر **شہباز احمد**، پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج چارمینار، حیدرآباد

مولانا **محمد عبدالقادر سعود**، نائس جوس سینٹر سکندرآباد، حیدرآباد

الحاج **محمد قمر الدین**، نبیل کالونی بارکس حیدرآباد

الحاج **محمد عبدالکریم**، صدر مسجد اشرف کریم گلشن باغ، حیدرآباد

اداریہ

اپنی بات

اس سال جولائی 2025 میں ماہ محرم الحرام کی شروعات ہوئی اور یوم عاشورہ بھی رہا، ماہ محرم الحرام چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ماہ محرم الحرام کی دس تاریخ یوم عاشورہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ یوم عاشورہ اس کائنات کا اول اور آخر ہے اور دنیا کے بڑے انقلابات یوم عاشورہ ہی کو منصۂ شہود ہوئے، واقعہ کربلا کے منظر نامہ نے جو کہ یوم عاشورہ ہی کو پیش آیا ان تمام انقلابات کو پیچھے ڈال دیا، اب عوام وخواص کا بیشتر طبقہ یوم عاشورہ کو واقعہ کربلا ہی سے جانتا ہے، واقعہ کربلا کے پس منظر اور منظر پر بہت سارا مواد موجود ہے اس لمبی اور دل کو دہلا دینے والی داستان میں قدم رکھنے پر قدم لڑکھڑانے لگتا ہے، مگر اتنی تو بات قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلّم ہے کہ شہادت غم کی چیز نہیں بلکہ اعزاز و مرتبہ کی چیز ہے کیونکہ حضور اکرمؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین اس کی تمنا اور دعائیں کی ہیں، ظلم، ظالم کے خلاف آواز اٹھانے میں اگر جان بھی چلے جائے تو اس کی پرواہ نہیں کرنا یہی واقعہ کربلا کا پیغام ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

واقعہ کربلا اجتماعیت اور انفرادیت میں مختلف پہلوؤں سے الگ الگ پیغام رکھتا ہے۔ معرکہ ضرب وحرب کے منظر میں حضرت حسینؓ نماز کی مہلت انہی خونی بدبختوں سے مانگتے ہیں جو کشت وخون کے پیاسے تھے، حضرت حسینؓ اسی حالت وکیفیت میں نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں بقول شاعر۔

کہہ رہا ہے کربلا کا ذرّہ ذرّہ آج بھی
سر کٹا سجدے میں تو دستار اونچی ہوگئی

واقعہ کربلا یقیناً اس عالم کے لئے انقلابی ہے، اہل بیت سے محبت ہمارا دینی مذہبی فریضہ ہے مگر گذشتہ چند سالوں میں یہ دیکھا جارہا کہ اہل بیت کی آڑ میں کچھ نااہل کبار صحابہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخی کررہے ہیں یہ قرآن وحدیث اور اہل بیت کی فکر کے خلاف ہے، جن سے اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں اور وہ لوگ اس سے راضی ہوں۔ ایسی ذات کے تعلق سے لب کشائی کرنا سوائے اس کے کہ لوگوں کو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور عام مخلص مسلمانوں کو صبر کی توفیق دے آمین۔

13 جلائی 2025 بروز اتوار کو خادم القرآن حافظ محمد عبدالغنی صاحب حیدرآباد مالک حقیقی سے جاملے، حافظ صاحب نے اپنی پوری حیات قرآن مجید پڑھنے پڑھانے اور پڑھوانے میں گزاردی ہزاروں طلبہ وطالبات نے حافظ صاحب کی کوششوں سے قرآن مجید کے حافظ ہوئے اور پورے ملک میں انھیں قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا، حافظ صاحب سے راقم الحروف کے تعلقات دیرینہ تھے بڑی محبت وشفقت دیتے اللہ تعالیٰ حافظ عبدالغنی صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، آمین۔

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد حافظ صاحب کی خدمات عالیہ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے، نیز پسماندگان، فرزندان سے تعزیت کرتا ہے اور یہ امید کرتا ہے کہ ان کے وارثین حافظ صاحب کے باغ کی آبیاری کریں گے۔ اللہ رب العزت انھیں ہمت اور قوت دے آمین۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

ان کے پہلے شوہر ابوسلمہؓ بڑے شہسوار تھے، مشہور غزوات بدر واحد میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں چند زخم کھائے جن کے صدمہ سے جاں بر نہ ہوسکے اور جمادی الثانی ۴ ھجری میں وفات پائی، ان کے جنازہ کی نماز نہایت اہتمام سے پڑھی گئی، آنحضرت ﷺ نے ۹ تکبیریں کہیں، لوگوں نے نماز کے بعد پوچھا یارسول اللہ! آپؐ کو سہو تو نہیں ہوا، فرمایا یہ ہزار تکبیر کے مستحق تھے۔

ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت ام سلمہؓ حاملہ تھیں، وضع حمل کے بعد جب عدت گذر گئی تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کرنا چاہا تو انھوں نے چند عذر پیش کیے:

۱- میں سخت غیور عورت ہوں۔

۲- صاحب عیال ہوں۔

۳- میرا سن زیادہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان سب زحمتوں کو گوارا کیا۔

وفات: اہلِ سیر متفق اللفظ ہیں کہ ازواج مطہراتؓ میں سب کے بعد حضرت ام سلمہؓ نے وفات پائی، لیکن ان کے سنہ وفات میں نہایت اختلاف ہے، واقدی نے ۵۹ ھجری بتایا ہے، ابراہیم حربی کے نزدیک ۶۲ ھجری ہے اور تقریب میں اسی کو صحیح کہا ہے، امام بخاری نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ ۵۸ ھجری میں وفات پائی، بعض روایتوں میں ہے کہ ۶۱ ھجری میں جب امام حسینؓ کی شہادت کی خبر آئی اس وقت ان کا انتقال ہوا ہے، ابن عبدالبر نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

اس اختلافِ روایت کی حالت میں سنہ وفات کی تعیین مشکل ہے، تاہم یہ یقینی ہے کہ وہ واقعۂ حرہ تک زندہ تھیں، مسلم میں ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس لشکر کا حال پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا، یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکرِ شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعۂ حرہ پیش آیا تھا۔ واقعۂ حرہ ۶۳ ھجری میں پیش آیا ہے، اس لیے اس سے پہلے ان کی وفات کی تمام روایتیں صحیح نہیں۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کی وصیت کی بنا پر سعید بن زید نے نماز جنازہ پڑھائی، لیکن اس روایت کی صحت میں کلام ہے، سعید بن زید نے باختلاف روایت ۵۱ ھجری یا ۵۲ ھجری یا ۵۵ ھجری میں انتقال کیا ہے اور یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ اس وقت ام سلمہؓ زندہ تھیں، واقدی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ نے ان کا جنازہ پڑھایا، اگر ان کی وفات کے وقت سعید بن زید زندہ ہوتے تو حضرت ابوہریرہؓ خلاف وصیت کیوں کر نماز جنازہ پڑھ سکتے تھے، بہر حال ازواجِ مطہرات میں سب کے بعد حضرت ام سلمہؓ نے وفات پائی اور وفات کے وقت ان کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔

فضل وکمال: (ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہؓ کے بعد فضل وکمال میں ان ہی کا درجہ ہے، ابن سعد نے طبقات میں اس کی تصریح کی ہے، روایتِ حدیث اور نقلِ احکام میں حضرت عائشہؓ کے سوا اور تمام بیبیوں پر ان کو فضیلت حاصل ہے، صلح حدیبیہ میں جب صحابہؓ کو مکہ سے باہر حلق اور قربانی میں تامل تھا تو حضرت ام سلمہؓ ہی کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہوئی اور ان کی یہ دانش مندی اور عقل وذہانت کی سب سے بہتر مثال ہے، یہ واقعہ صحیح بخاری میں بہ تفصیل موجود ہے)

(سیرۃ النبیؐ، جلد: دوم، ص: ۳۳۰-۳۳۱)

مولوی حبیب الرحمن۔حیدرآباد

فتنۂ قادیانی

قرآن وسنت کی روشنی میں

مرزاغلام احمد کے خاندانی حالات

مرزاصاحب کے جدِّ اعلیٰ سمرقند سے دہلی آئے تھے، ان کو بہت سے دیہات جاگیر میں دیئے گئے۔شہنشاہ بابر کے بعد جب مغلیہ سلطنت کمزور ہوگئی تو انھوں نے اپنی فوجی طاقت کو بڑھا کر بہت سے علاقوں کو قبضہ میں کرلیا۔مرزا صاحب کے پردادا مرزا گل محمد صاحب سکھوں سے بہت سی لڑائیاں لڑیں اور ہر دفعہ کامیاب رہے۔لیکن ان کے فرزند مرزا عطا محمد صاحب کے ہاتھ سے سوائے قادیان اور چند دیہات کے سارا علاقہ نکل گیا اور سکھوں کے جبروظلم سے ان کو اپنا مستقر بھی چھوڑنا پڑا۔کافی زمانے کے بعد مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضٰی صاحب دوبارہ قادیان میں جابسے۔جن کو ان کے حصہ جدّی سے حکومت برطانیہ نے قادیان اور تین گاؤں دیئے۔گورنر کے دربار میں ان کو بیٹھنے کے لیے کرسی ملتی تھی، جنھوں نے انگریزوں کا حق نمک غدر میں کمپنی کو پچاس(50) گھوڑے سوار مہیا کرکے ادا کیا۔

مرزا صاحب کے دل میں اپنے جدِّ اعلیٰ کی طرح کسی بڑے علاقہ کے رئیس بننے کی تمنا ہونا ایک فطری بات تھی۔ ہندوستان پر حکومت برطانیہ کا تسلط ہوجانے کے بعد ان کی تمنا کے پورے ہونے کے امکانات قطعی ختم ہوچکے تھے۔ مرزا صاحب جیسے ذہین وچالاک کے لیے بغیر جدوجہد کئے حالات موجودہ پر قانع ہوجانا ممکن نہ تھا۔اس لیے انہوں نے سیاسی میدان کے بجائے مذہبی میدان میں اپنی قسمت آزمائی شروع کی اور یہی ایک ایسا واحد ذریعہ تھا جس سے نہ صرف عزت وشہرت ودولت بلکہ احترام بھی حاصل ہوسکتا تھا۔سب سے پہلے ہندوستان کے مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا۔ بالخصوص خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے حالات اوران کے ہتھکنڈوں سے خوب آگاہی حاصل کی۔

مرزاصاحب کے کارنامے

مرزا صاحب کے مشاہدہ میں تھا کہ جب بھی کوئی نیا مذہب یا سلسلہ نکلتا ہے تو دیگر مذاہب سے نہ سہی مگر مسلمانوں میں سے کچھ نہ کچھ لوگ اس کی طرف مائل ہوہی جاتے ہیں اور ایسا ہونا اپنے مذہب سے محض جہل کی بناپر ہی ہوتا ہے۔مرزا صاحب جانتے تھے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت اپنے دین سے محض کوری ہے۔ مسلمانوں کی اس کمزوری سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کا انھوں نے فیصلہ کیا۔چنانچہ سب سے پہلے سلسلہ قادریہ،چشتیہ کی طرح اپنا ایک نیا سلسلہ عالیہ احمدیہ قائم کیا۔ اس طرح مسلمانوں میں سے اپنے مرید فراہم

کر لیے اور عام مسلمانوں کی ہمدردیاں وعقیدت اور ساتھ ہی دولت حاصل کرنے کے لیے ایک شاطرانہ چال یہ چلی کہ ایک کتاب ''مسمیٰ بہ براہین احمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ والنبوہ والحمدیہ'' لکھی۔ جس میں قرآن کے آخری کتابِ الٰہی ہونے اور نبی ﷺ کے آخری نبی ہونے اور مسلمانوں کے اسلام پر ثابت قدمی کی تعریف کرتے ہوئے حسب ذیل ایک اشتہار بھی دے دیا:

''میں مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں۔ یہ اشتہار اپنی طرف سے بواعدہ انعام دس ہزار روپے بمقابلہ جمیع اربابِ مذاہب وملّت کے جو حقانیت قرآن مجید اور نبو محمد ﷺ سے منکر ہیں۔ اتماماً للحجّہ شائع کر کے اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی حسب شرائط مندرجہ اس کو رد کر دے تو اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپے پر قبض ودخل دے دوں گا''

اور یہ تصریح کی کہ کتاب آریہ برہمو سماج کے خلاف لکھی گئی ہے جو وحی ونبوت کے منکر ہیں جس سے مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ مرزا صاحب اسلام کی طرف سے غیر مسلموں سے برسر مقابلہ ہیں چونکہ حریف کو مرعوب کرنے کے لیے لڑائی میں دھوکا جائز کے تحت خلاف حقیقتِ واقعہ بیان کر دینا شرعاً وعقلاً ناجائز نہیں ہے۔ اس لیے ان کی یہ کتاب ایسی مقبول ہوئی کہ لوگ تین چار روپے والی کتاب کو پچیس پچیس روپے دے کر خریدے۔ اس کے علاوہ مال دار حضرات نے طباعت کے لیے کثیر رقومات دیں۔ اس طرح مرزا صاحب ایک طرف تو کثیر رقم کے مالک بن گئے۔ دوسرے بہت سے مسلمانوں کو اپنا معتقد بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ تیسرے اپنی نبوت کے لیے میدان ہموار کر لیا کہ کسی کو اس کے رد کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ چنانچہ اس میں نفس الہام اور مطلق نبوت کی بحث چھیڑ دی۔ اور وحی نبوت اور الہام کو ایک ہی چیز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ الہام' کشف اور مکالمۂ الٰہی کو نبوت کا نام دیا۔ ان کی ان لاف زنیوں کی تردید ونفی اس لیے نہیں کی جاسکتی تھی کہ تصوف اور سلوک اولیائی کے حامل دینی رہنما وبزرگ بھی اپنے صاحب الہام وصاحبِ کشف ہونے اور اللہ سے بات کرنے کے مدعی تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ مرزا صاحب نے تصوف' سلوک اولیائی کے اصطلاحات کو ذریعہ بنا کر دین اسلام کے مسلمہ بنیادی عقائد کو ڈائمٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مرزا صاحب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ابتداء ہی میں اگر وہ اپنی مستقل نبوت کا دعویٰ کرتے تو کوئی مسلمان بھی ان کے دعوے کو تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے ابتداً ظلی' بروزی کا لبادہ بظاہر اوڑھے رہے اور ان کی مستقل نبوت کی راہ میں جو چیزیں مانع ومزاحم تھیں، یعنی قرآن وحدیث اس میں اپنے الہام وکشف کے نام پر من مانی تحریف وتفسیر کر ڈالی۔ قرآنی آیات کا حسب مرضی معنی ومفہوم متعین کرنے کے لیے براہین احمدیہ کے صفحہ ۱۳۹ میں یہ قاعدہ لکھا کہ کشف سے معنی قرآن نئے طور پر کھلتے ہیں تو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور حدیث **لا نبی بعدی** ''میرے بعد کوئی نبی نہیں'' کے بعد **الاّ نبی ظلی** ''سوائے نبی ظلی کے'' بڑھا دیا۔ اور ساٹھ جزوں پر مشتمل ہزاروں صفحات کی کتاب بنام ''ازالۃ الاوہام'' لکھ ڈالی۔ جس میں انھوں نے اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ان کا یہ دعویٰ دو باتوں پر موقوف تھا: ایک عیسیٰ کی موت کا ثبوت۔ دوسرا مرزا صاحب کا خدا کی طرف سے مامور ہونا۔ اس کے لیے

مرزا صاحب مفسرین پر بے حد خفا ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۷۲۶ میں لکھتے ہیں کہ کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے۔

جھوٹے نبی سے دلیل پوچھنا یا سننا یا بیان کرنا اگر چہ کفر ہے، لیکن عوام کو ان کے فریب سے بچانے کے لیے ان کے دلائل کے غلط و جھوٹ ہونے کو واضح کرنا ضروری ہوتا ہے، اس لیے ان کے اہم دلائل کا جائزہ پیش ہے:

۱) صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ:۶) ''اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا'' انعام یافتہ بندوں کی تفصیل وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. (النساء:۶۹) ''جو کوئی اللہ اور رسول ؐکی اطاعت کرتا رہے گا، پس ایسے ہی لوگ آخرت میں ان حضرت کے ساتھ رہیں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا جو نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین میں سے ہیں اور جو بہترین ساتھی ہیں''

ان آیات سے مرزا صاحب نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ صدیق کی راہ پر چل کر کوئی بھی صدیق ہو سکتا ہے، شہید کی راہ اختیار کر کے شہید بن سکتا ہے اور صالح کے طریقے کو اپنا کر صالح بننا ممکن ہے۔ بالکل اسی طرح نبی کی راہ پر چل کر کوئی بھی نبی بن سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی کی راہ پر چل کر نبی بنے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے اس شیطانی اصول کو صرف نبوت کی حد تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اللہ کی راہ پر بھی چل کر وہ خود اللہ بننے کی بات بھی کہہ چکے ہیں۔

حقیقت واقعہ تو یہ ہے کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ:۶) ''اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا'' بندے کی دعا کا ایک جزء ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے رب سے التجا کرتا ہے کہ اے رب تیرے انعام یافتہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء، صالحین جس طرح مرتے دم تک تیری اطاعت کرتے رہے اور آخرت کی فلاح کے لیے دنیا کی ہر تکلیف و نقصان بخوشی برداشت کرتے رہے اور دامے، درمے، سخنے تیرے دین کی اشاعت و تبلیغ کرتے رہے، دنیا میں اسی طرح زندگی بسر کرنے کی مجھ کو بھی توفیق و ہمت عطا کر۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ (النساء:۶۹) ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ؐکی اطاعت کرتا رہے گا پس ایسے ہی لوگ ان کے ساتھ رہیں گے'' وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:۶۹) ''اور جو بہترین ساتھی ہیں''

یہ خط کشیدہ الفاظ علانیہ بتا رہے ہیں کہ اللہ و رسول ؐکی اطاعت کرنے والا آخرت میں اللہ کے انعام یافتہ بندوں کے ساتھ رہے گا نہ کہ وہ انعام یافتہ بندوں کی طرح انعام یافتہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اُمتِ محمدیہ ؐکے سابقون الاولون اور رر جن کو دنیا ہی میں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (المائدہ:۱۱۹، توبہ ۱۰۰، المجادلہ:۲۲، البینہ:۸) ''جن سے اللہ اللہ دنیا میں راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے'' کی خوشخبری سنادی گئی تھی۔

(فتنۂ قادیانی - قرآن و سنت کی روشنی میں، ص ۶-۱۰)

☆☆☆

ڈاکٹر فریدہ تبسم ۔لکچرار انوار العلوم ڈگری کالج حیدرآباد

عصمت چغتائی کے فکشن کے کردار: ایک مطالعہ

اردو فکشن کی دنیا میں عصمت چغتائی کا نام بے باک، سچ گو، حساس اور حقیقت پسند ادبی شخصیت کے طور پر نہایت اہمیت رکھتا ہے۔انھوں نے محض افسانے نہیں لکھے بلکہ ایک پورا عہد تشکیل دیا۔ ان کی فکشن نگاری کی سب سے بڑی طاقت ان کے کردار ہیں، جو عام طور پر متوسط اور نچلے طبقے کی گلیوں، کوچوں اور گھریلو زندگی سے نکل کر سامنے آتے ہیں۔ ان میں عصمت چغتائی اہم نام ہے، عصمت چغتائی 21 اگست 1915ء کو اتر پردیش کے شہر بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ان کے والد مرزا قاسم بیگ چغتائی ایک اعلی سرکاری عہدہ دار تھے۔عصمت اپنے نو بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں جب انھوں نے ہوش سنبھالا تو بڑی بہنوں کی شادیاں ہو چکی تھیں اور ان کو بچپن میں صرف اپنے بھائیوں کا ساتھ ملا۔گلی ڈنڈا اور فٹبال کھیلنا ہو یا گھوڑسواری اور درختوں پر چڑھنا، وہ ہر وہ کام کرتی تھیں جس کی لڑکیوں کو ممانعت تھی۔انھوں نے چوتھی جماعت تک آگرہ میں اور پھر آٹھویں جماعت علیگڑھ کے اسکول سے پاس کی جس کے بعد ان کے والدین ان کی مزید تعلیم کے حق میں نہیں تھے اور انھیں ایک سلیقہ مند گرہست عورت بننے کی تربیت دینا چاہتے تھے لیکن عصمت کو اعلی تعلیم کی دھن تھی انھوں نے دھمکی دی کہ اگر ان کی تعلیم جاری نہ رکھی گئی تو وہ گھر سے بھاگ کر عیسائی بن جائیں گی اور مشن اسکول میں داخلہ لے لیں گی۔آخر ان کی ضد کے سامنے والد کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور انھوں نے علی گڑھ جا کر سیدھے دسویں میں داخلہ لے لیا۔اور وہیں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔عصمت کے کردار محض قصے کہانی کے اجزائے ترکیبی نہیں بلکہ وہ مکمل انسان ہیں، جو سانس لیتے ہیں، سوچتے ہیں، بغاوت کرتے ہیں، چپ رہتے ہیں، سہم جاتے ہیں یا سرکشی کرتے ہیں۔ان کی تحریریں فرد کے ساتھ ساتھ پورے سماج کی نبض پر ہاتھ رکھتی ہیں۔

عصمت چغتائی کے افسانوی ادب میں نسوانی کردار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ان کرداروں کے ذریعے وہ اس سماج کی بے آواز عورت کو زبان عطا کرتی ہیں جو صدیوں سے گھریلو، سماجی اور معاشی جبر کا شکار رہی ہے۔ان کا ہر کردار کسی نہ کسی جبر کے خلاف احتجاج ہے—خاموش یا واضح۔

> ”عصمت چغتائی کے بیشتر نسوانی کرداروں کے پس منظر میں ایک ایسی ”عورت“ موجود ہے جو گھر کی مشین میں محض ایک بے نام سا پرزہ بن کر نہیں رہ گئی بلکہ جس نے اپنے الگ وجود کا اعلان کرتے ہوئے ماحول کی سکہ بند قدروں اور رواجوں کو اگر

منہدم نہیں کیا تو کم از کم لرزہ براندام ضرور کردیا ہے۔ اس طور کہ مکان کی جڑی ہوئی اینٹوں میں جابجا جھریاں ہی نمودار ہوگئی ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عصمت کے نسوانی کردار ایک ہی وضع قطع کے حامل اور ایک سے ردعمل کے مظہر ہیں بلکہ صرف یہ کہ وہ جس نقش اول Prototype کی اساس پر استوار ہیں، وہ اپنا ایک بنیادی پیٹرن رکھتا ہے۔''

(وزیر آغا، عصمت چغتائی شخصیت اور فن، ص 213)

یہ اقتباس اس بات کو واضح کرتا ہے کہ عصمت کی عورت صرف ظلم سہنے والی نہیں، بلکہ اس کے خلاف ردعمل دینے والی بھی ہے۔ وہ اپنی ذات کا احساس رکھتی ہے اور اس احساس کے ساتھ اپنی دنیا میں جگہ بنانے کی کوشش کرتی ہے۔

کرداروں کا داخلی تنوع:

عصمت چغتائی کے کردار اپنی نفسیاتی گہرائی کی وجہ سے بھی بہت منفرد ہیں۔ وہ صرف بیرونی سطح پر متحرک کردار نہیں بلکہ باطن میں بھی ایک دنیا بسائے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر عورتوں کی suppressed خواہشات، جنسی الجھنیں، اور سماجی اقدار سے ٹکراو؟ ان کے کرداروں کو نفسیاتی کشمکش سے ہمکنار کرتے ہیں۔

''عصمت چغتائی کے کردار رومان یا تخیل کی دنیا سے نہیں آتے بلکہ ان کا تعلق زیادہ تر متوسط یا نچلے طبقے سے ہوتا ہے۔ عصمت نے ان کی پریشانیوں، ان کی کربناکیوں، ان کے تذبذب، ان کے درد، ان کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں اور غموں کو اتنی درد مندی اور ملائمت سے پیش کیا ہے کہ ایک علیحدہ دنیا ان کے افسانوں میں آباد نظر آتی ہے۔ وہ ایک ماہر نفسیات کی طرح اپنے کرداروں کی تحلیل نفسی کرتی ہیں، ان کے لاشعور کی گرہوں کو کھولنے کی کوشش کرتی ہیں اور ان کی وساطت سے پورے معاشرے کی خامیوں کو اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔''

(وصیہ عرفانہ، عصمت چغتائی کے افسانوں کا تجزیاتی مطالعہ، ص 43)

عصمت کے نسوانی کردار محض فنی مہارت کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ ایک سماجی نظریے، شعور اور شعوری احتجاج کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کا فکشن کردار نگاری کے اس قدیم تصور سے بغاوت کرتا ہے جس میں کردار ایک مکمل، خود مختار اور مثالی وجود رکھتا تھا۔

''عصمت کے ہاں باغی عورت کے پروٹوٹائپ کا مختلف کرداروں میں ظہور پہلی ہی قرآت میں محسوس ہونے لگتا ہے کہ عصمت کے نسوانی کردار فکشن میں ابھرنے والے کردار کے قدیم تصور سے انحراف کا درجہ رکھتے ہیں۔ فکشن کے قدیم کرداروں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اپنے جسمانی یا نفسیاتی اوصاف کی بنا پر خلق خدا سے مختلف نظر آتے ہیں۔ مثلاً خوجی کا بوٹا پن ڈان کہوتے کا بے ڈھنگا پن، نونرے ڈام کے کبڑے کی بدصورتی، ٹریژر آئی لینڈ کے لانگ جان سلور کا لنگڑاپن، اوڈیسی کے اوڈیس، کی مہم جوئی، حاتم طائی کی سخاوت وغیرہ۔ یہ سب

امتیازات غیر معمولی کرداروں میں کشمکش ہو کر سامنے آتے ہیں۔ گویا فکشن کے قدیم کردار اپنے واضح جسمانی یا نفسیاتی خدوخال رکھتے ہیں جن کے باعث وہ عام افراد سے الگ اور مختلف ہیں تاہم یہ کردار ایک طرح کے بند نظام (Closed System) بھی ہیں۔ مصوری کے حوالے سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ فکشن کے یہ قدیم کردار پورٹریٹ Portrait سے مشابہ ہیں جو خدوخال کے گاڑھے پن کا ایک نمونہ ہوتی ہے۔ ساختیاتی تنقید کے مطابق یہ قدیم کردار ایک طرح کی خودکار اکائیاں (WholesAutonomous) ہیں جو اپنے مخصوص جسمانی اور نفسیاتی اوصاف کی بنا پر پہچانی جاتی ہیں۔"

(وزیر آغا، مضمون ''عصمت چغتائی کے نسوانی کردار''، کتاب ''عصمت چغتائی شخصیت اور فن''، مرتبہ ،ناشر ڈاکٹر سلطانہ بخش، ورڈ ویژن پبلشرز ، اسلام آباد۔1992۔ص213)

عصمت کے افسانے ''ڈائن'' میں اماں جان کا کردار ایک نفسیاتی اور سماجی مطالعے کا بھرپور موقع فراہم کرتا ہے۔ وہ ساس ہے، مگر صرف رشتے کی حد تک نہیں، بلکہ اس کا کردار ایک ذہنی و سماجی طاقت کی نمائندگی کرتا ہے جو نئی نسل کی ازدواجی زندگی کو قابو میں رکھنا چاہتی ہے۔

''افسانہ ''ڈائن'' کی اماں جان حامد کی ساس ہے جو امر بیل کی طرح سارے گھر پر سایہ کناں ہے اور رضیہ اور حامد کی عمروں کو خود بسر کرنا چاہتی ہے۔ اس سے حامد کی ازدواجی زندگی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے اور اسے یوں لگتا ہے جیسے اس کے گھر کے اندر کوئی ڈائن گھس آئی ہے جس نے اس سے اس کی بیوی رضیہ چھین لی ہے۔ آخر میں جب حامد اپنی ساس کو برداشت نہیں کر سکتا اور شدید ردعمل کا مظاہرہ کرتا ہے تو ''اماں جان'' اس کے غیر معمولی ردعمل کو کسی فرضی معاشقہ کا کارن قرار دیتے ہوئے کہتی ہے۔"

(وزیر آغا، عصمت چغتائی شخصیت اور فن، ص213)

عصمت چغتائی کے فکشن کے کردار، بالخصوص نسوانی کردار، اردو افسانے کی تاریخ میں ایک بیداری اور انقلاب کی علامت ہیں۔ ان کرداروں کے ذریعے عصمت نے نہ صرف عورت کی داخلی دنیا کو بیان کیا بلکہ اس دنیا کے خلاف ہونے والی ہر زیادتی اور جبر کے خلاف احتجاج بھی ریکارڈ کرایا۔ ان کے کردار زندگی کے اصلی رنگوں میں رنگے ہوئے ہیں، ان میں تکلیف بھی ہے، تپش بھی، بغاوت بھی ہے، برداشت بھی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان میں انسان ہونے کا مکمل شعور موجود ہے۔

یہ کردار آج بھی قاری کو جھنجھوڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، کیونکہ یہ ہمارے سماج کی سچائیوں کا عکس ہیں— غیر معمولی نہیں، بلکہ معمولی زندگی کے وہ کردار جو معمولی ہونے کے باوجود غیر معمولی اثرات چھوڑتے ہیں۔

☆☆☆

ڈاکٹر مفتی سہیل ندوی۔سابق پرنسپل میسکو کالج، حیدرآباد

نوجوانوں کی بیداری اور معاشرتی اقدار کی حفاظت وقت کا سب سے بڑا مطالبہ

حالیہ دنوں میں ریلیز ہونے والی بالی ووڈ کی رومانٹک فلم ''سیارہ'' نے نوجوانوں کے جذبات کو اس حد تک متاثر کیا کہ حیدرآباد کے سینما ہالز میں ایسے مناظر دیکھنے کو ملے جنہیں بیان کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فلم کے دوران روتے، چیختے، ایک دوسرے سے لپٹتے اور بعض مقامات پر اپنی عزت وحیا کی تمام حدیں پار کرتے دکھائی دیے۔ یہ مناظر نہ صرف سینما ہالز کے ماحول کو مکروہ بنا گئے بلکہ سوشل میڈیا پر ایک افسوسناک بحث کا آغاز کر گئے۔

یہ رویہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ہماری نئی نسل نے زندگی کے حقیقی مقصد کو پسِ پشت ڈال کر وقتی جذبات، فلمی کہانیوں اور رومانوی فریب میں خود کو کھو دیا ہے۔ چند گھنٹوں کی فرضی کہانی اور جھوٹے جذبات نے نوجوانوں کو اس طرح جھنجھوڑا کہ ان کا ایمان، ان کی حیا، ان کا وقار سب سوالیہ نشان بن کر رہ گیا۔ کیا یہ وہی نوجوان ہیں جو محمد ﷺ کے امتی کہلاتے ہیں؟ کیا یہی امتِ مسلمہ کے وارث ہیں جو دنیا کو اپنی عظمت، علم اور اخلاق سے متاثر کرنے والے تھے؟

قرآن وسنت کی تنبیہ — غفلت چھوڑ دو، بیدار ہو جاؤ!

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں خود اپنی جانوں سے غافل کر دیا۔'' (الحشر:19)

جب دل اللہ اور آخرت کی یاد سے خالی ہو جاتے ہیں تو انسان اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔ یہی حال آج کے نوجوانوں کا ہے، جو فلمی جذبات میں بہہ کر اپنی عزت، وقت اور مستقبل سب قربان کر رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن انسان سے اس کی عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں گزاری؟'' (ترمذی)

یہ لمحہ فکریہ ہے! اگر ہم فلمی کرداروں کے لیے اتنے جذباتی ہو سکتے ہیں تو کیا کبھی ہم نے اپنے والدین کے قدموں میں بیٹھ کر ان کی نافرمانیوں پر اسی شدت سے معافی مانگی؟ کیا ہم نے اللہ کے سامنے اپنے گناہوں پر اسی طرح آنسو بہائے؟

والدین اور سرپرستوں کے لیے بیداری کا وقت

یہ صورتحال ہماری اجتماعی تربیتی ناکامی کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر والدین اور سرپرست آج بھی غفلت برتیں گے تو آنے والی نسلوں کا ایمان اور اخلاق محفوظ نہیں رہ سکے گا۔

(۱) والدین اپنی اولاد کے لیے وقت نکالیں، ان کے

دلوں میں ایمان، حیا اور عزتِ نفس پیدا کریں۔

(۲) نوجوانوں کو بتائیں کہ حقیقی کامیابی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے، فلموں اور سوشل میڈیا کے فریب میں نہیں۔

(۳) گھروں کو محبت، علم اور اخلاق کا مرکز بنائیں تا کہ باہر کا فتنہ انہیں متاثر نہ کر سکے۔

(۴) علماء اور سماجی تنظیمیں نوجوانوں کی اصلاح کے لیے بامقصد پروگرام اور تربیتی نشستیں منعقد کریں۔

حقیقی محبت اور سکون کہاں ہے؟

فلمی رومانیت اور دنیاوی محبتیں وقتی جوش اور سرور تو دیتی ہیں لیکن آخرکار انسان کو خالی پن، شرمندگی اور پچھتاوے کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جان لو کہ دلوں کا اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔'' (الرعد:28)

یاد رکھیں! محبت وہی حقیقی ہے جو ہمیں اللہ سے قریب کر دے، نہ کہ ایسی محبت جو ہمیں گناہوں، بے حیائی اور معاشرتی بگاڑ میں دھکیل دے۔

اختتامیہ—نوجوانوں کے لیے بیداری کا پیغام

اب وقت آچکا ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کو جھنجھوڑیں اور ان کے سامنے واضح کر دیں کہ ان کی اصل طاقت، وقار اور کامیابی ایمان، حیا اور اپنے والدین و خاندان کے ساتھ مضبوط تعلق میں ہے۔ فلمی دنیا کے فریب اور سوشل میڈیا کی شہرت عارضی ہے، لیکن ایمان اور اخلاق وہ سرمایہ ہیں جو دنیا و آخرت میں عزت کا ذریعہ بنیں گے۔

آیئے! ہم اپنی زندگی کے قیمتی لمحے فضول خواہشات پر برباد کرنے کے بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گزاریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

سیدہ تبسم ناڈکر (ممبئی)

منقبت

شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

مثلِ ذبیح کون تھا، اکبر حسینؓ کا
پیاسا تھا اسمٰعیلؑ سا، اصغر حسینؓ کا
ارض و سما میں روشنی جس سے بکھر گئی
سورج سے بڑھ کے ہے رُخِ انور حسینؓ کا
تعظیم کر رہے ہیں فلک پر ملائکہ
اللہ رے بلند مقدر حسینؓ کا
تشنہ لبی میں جنگ سپاہِ یزید سے
صبر و رضا میں کون ہے ہم سر حسینؓ کا
ہوتے جو ساتھ تین سو تیرہ تو جیتے
لیکن بہت قلیل تھا لشکر حسینؓ کا
دے کر گئے ہیں دین پہ جاں دینے کا سبق
احسان ہے عظیم یہ ہم پر حسینؓ کا
الفت ہے دل میں میرے تبسم حسینؓ کا
دل سے ہو دور غم مرے کیوں کر حسینؓ کا

ڈاکٹر محمد مشتاق احمد

بچے کیا پڑھیں؟

بچوں کے اندر ابتدائی عمر سے ہی مطالعہ کی عادت کیسے ڈالی جائے؟ وہ کونسی کتابیں ہیں؛ جسے بچے پڑھ کر مطالعہ کے شوقین بن جائیں؟ اگر آپ بچوں کو موبائل فون کی لت سے چھڑا کر مطالعہ کی طرف لانا چاہتے ہیں تو اس مضمون کو ضرور پڑھیے۔ یہ اس سلسلے میں بہت ہی کارآمد مضمون ہے۔

ایک دوست نے کہا کہ اسکولوں میں گرمیوں کی چھٹیاں ہیں اور بچے موبائل اور کمپیوٹر پر کھیلوں میں مگن ہیں۔ جو والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بچے ان چھٹیوں میں کچھ اچھا پڑھیں، ان کی سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ بچوں کو پڑھنے کی طرف کیسے راغب کریں؟ اس ضمن میں ایک مسئلہ تو کتابوں کی پسند کا ہے۔ دوست کا مشورہ تھا کہ بچوں کیلیے اسلامی کتب کی کوئی فہرست مرتب کرنی چاہیے۔ چنانچہ ایک ادھوری فہرست یہاں دی جارہی ہے۔ اہلِ علم اس میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ یہ فہرست ذاتی پسند کے علاوہ ذاتی تجربے پر بھی مبنی ہے۔

بچوں کے لیے سب سے مفید رسالہ 'نونہال' ہے۔ میں خود بچپن میں اس کا رسیا تھا۔ اپنے بچوں کو بھی اس کی لت لگائی ہے۔ بنیادی اسلامی تعلیمات سے آگاہی کیلیے مفتی کفایت اللہ صاحب کا 'تعلیم الاسلام' مفید بھی ہے اور آسان بھی۔ بچہ ساتویں یا آٹھویں جماعت میں ہو، تو اسے مولانا یوسف اصلاحی صاحب کی کتاب 'آسان فقہ' ضرور پڑھوایئے اور سمجھایئے۔ آٹھویں جماعت میں اس کی ایک جلد اور نویں جماعت میں دوسری جلد پڑھ لے تو بہت مفید ہوگا اور بچہ بہت سی الجھنوں سے بچ جائے گا۔ 'آسان فقہ' کے علاوہ مولانا یوسف اصلاحی کی 'اسلامی آدابِ زندگی' بھی اس عمر میں پڑھوانے کی چیز ہے اور بہت مفید ہے۔

قرآن، حدیث، سیرت النبی ﷺ اور سیرتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بچوں کی بنیادی واقفیت کیلیے ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب کی آسان زبان اور شستہ اسلوب میں لکھی گئی کتب بہت زیادہ مفید ہیں۔ یہ کتب فیروز سنز نے شائع کی ہیں۔ بچوں کیلیے مولانا ابوالحسن ندوی کی 'قصص النبیین' بہت پراثر ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر دار السلام کی شائع کردہ کتب کا سلسلہ بھی بہت مفید ہے جو اشتیاق احمد صاحب نے لکھا تھا۔

بچے ذرا بڑی عمر کے ہوں، آٹھویں یا نویں جماعت میں، تو پھر مولانا عنایت اللہ سبحانی صاحب کی کتاب 'محمد عربی ﷺ' ضرور انھیں پڑھوایئے۔ بہت ہی جذب کے عالم میں لکھی گئی کتاب ہے اور اسی لیے بہت تاثیر رکھتی ہے۔ زبان

بھی سادہ اور آسان ہے۔ ذرا مزید بڑی عمر کے ہوں، تو پھر تحقیقی کتابوں کی طرف متوجہ کیجیے اور اگر ممکن ہو تو اپنی نگرانی میں علامہ شبلی نعمانی و مولانا سید سلیمان ندوی کی 'سیرت النبی ﷺ' کی پہلی دو جلدوں کا مطالعہ کروائیے۔ بے شک مقدمہ نہ پڑھوائیں کہ وہ بہت بعد میں پڑھنے کی چیز ہے۔ مولانا سلیمان ندوی کے 'خطباتِ مدراس' بھی ضرور پڑھوائیے ۔قرآن مجید کا 'آسان ترجمہ' جو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے مختصر حواشی کے ساتھ لکھا ہے، وہ بھی آٹھویں جماعت کی عمر تک پہنچنے کے بعد بہ آسانی پڑھوایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مولانا منظور نعمانی کی 'معارف الحدیث' بھی باقاعدہ سبقاً پڑھائی جاسکتی ہے۔ مصری دانشور محمد قطب کی کتاب کا اردو ترجمہ 'اسلام اور جدید ذہن کے شبہات' بھی اس عمر میں پڑھنے کی چیز ہے اور بہت مفید ہے۔ 'قرآن کا راستہ' کے عنوان سے خرم مراد صاحب کی کتاب سے بچوں میں قرآن کے مطالعے کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔

انگریزی میں کم از کم دو کتابیں ایسی ہیں جو میٹرک یا ایف اے، ایف ایس سی کے بچوں کو ضرور پڑھوانی چاہئیں: ایک سیرت النبی ﷺ پر مارٹن لنگز (ابوبکر سراج الدین) کی کتاب: Muhammad (peace be upon him) His Life Based on Earliest Sources؛ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے، لیکن اصل انگریزی کا الگ ہی اثر ہے۔ یہ کتاب صرف 'علمی ذوق' کی تسکین کیلیے نہیں، بلکہ اسے پڑھ کر دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت راسخ ہوتی ہے اور اس کا اثر عمل پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ دوسری کتاب سید حسین نصر کی ہے: A Young Muslim's Guide to the Modern World، یعنی ایک نوجوان مسلمان کیلیے جدید دنیا کا تعارف؛ اس کتاب سے نوجوان مسلمان کو صرف جدید دنیا کا تعارف ہی نہیں ملتا، بلکہ اپنی علمی روایت کا سراغ بھی ملتا ہے اور وہ اپنی روایت پر پورے اعتماد کے ساتھ جدید دنیا کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ بھی ذاتی تجربے پر مبنی بات ہے کہ بچوں کو آسمان، نظامِ شمسی، ستاروں اور سیاروں سے بہت دلچسپی ہوتی ہے اور ان کے متعلق کتابیں بھی شوق سے پڑھتے ہیں اور ڈاکومینٹریز بھی شوق سے دیکھتے ہیں۔ بچوں کو کہانیوں سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے، بالخصوص ان کہانیوں سے جن میں جانوروں کے کردار ہوتے ہیں۔ اس لیے 'کلیہ و دمنہ' ایک بہترین مجموعہ ہے۔ Aesop's Fables بھی اس نوعیت کی ہے، لیکن کلیہ و دمنہ میں پیچھے ایک بڑی کہانی چل رہی ہوتی ہے، جس کے بیچ میں کہانیوں اور جوابی کہانیوں کا سلسلہ ہوتا ہے۔

نیز احساسِ کمتری کے شکار نام نہاد دانشور کتنا ہی مذاق اڑائیں، نسیم حجازی کے ناول اس عمر کے بچوں کو ضرور پڑھوائیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ ابن صفی کی جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کا چسکا بھی ضرور بچوں کو لگنا چاہیے۔ جو بچے کتاب سے دور بھاگتے ہیں، انھیں ابن صفی کے ناول پڑھوائیے۔ دو، زیادہ سے زیادہ تین، ناول پڑھنے کے بعد پڑھنے کی ایسی عادت پڑ جائے گی کہ ساری عمر یہ عادت نہیں چھوٹے گی۔

ابن صفی کا جو پہلا ناول میں نے پڑھا وہ 'دہرا قتل' تھا جو 'نیا رخ' ڈائجسٹ کے آخری صفحات میں شائع ہوا تھا اور اس

وقت میری عمر 11 سال سے کم تھی۔ دوسرا ناول 'پاگل خانے کا قیدی' پڑھا، تیسرا 'سازش کا جال'۔۔۔ اور اس کے بعد وہ جادو یوں سر چڑھ کر بولنے لگا کہ آج بھی ابن صفی کا ناول 'طوفان کا اغوا' میرے سرہانے پڑا ہے اور رات کو اس میں سے کچھ پڑھ کر ہی سوؤں گا۔ تین دہائیوں سے زیادہ عرصے کا یہ عشق آج بھی جوان ہے اور شاید ہی کوئی رات ایسی ہو جب میں ابن صفی کے کسی ناول سے کچھ حصہ پڑھے بغیر سویا ہوں۔ اگر کسی وجہ سے ابن صفی کا ناول دستیاب نہ ہو، تو کسی اور کتاب کا کچھ حصہ ضرور پڑھتا ہوں اور پڑھے بغیر نیند ہی نہیں آتی۔

کتابوں کی فہرست میں مزید اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا آپ خود کتابیں پڑھتے ہیں؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے، تو پھر اپنے بچوں سے ہرگز یہ توقع نہ رکھیں کہ وہ کتابیں پڑھیں گے کیونکہ بچے آپ کے حکم کی تعمیل تو شاید نہ کریں، لیکن آپ کے طرزِ عمل کی پیروی ضرور کرتے ہیں (خواہ لاشعوری طور پر ہی کریں)۔ جس دوست کے کہنے پر یہ تفصیل لکھی، ان کو بتایا تھا کہ بچے آپ کی اطاعت کریں یا نہ کریں، اتباع ضرور کرتے ہیں۔ اس لیے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کتابوں کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن اصل اہمیت خود آپ کی ہے کہ آپ بچے کو کتنی توجہ دیتے ہیں، اس کی تعلیم اور اس سے زیادہ اس کی تربیت کے متعلق کتنے فکرمند ہیں، اس کی الجھنوں کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے کتنی کوشش کرتے ہیں اور خود کتابیں پڑھنے سے دلچسپی رکھتے ہیں یا سارا دن سکرین کے سامنے گزارتے ہیں لیکن چاہتے یہ ہیں کہ بچے سکرین کے بجائے کتاب پر وقت صرف کریں؟

پروفیسر مظفر شہ میری

منقبتِ حضرتِ امام حسینؓ

کیسا وضو تھا، کیسا وہ سجدہ حسینؓ کا
اپنے لہو سے تر تھا مُصلّی حسینؓ کا

رخسار وچشم ولب پہ فدا ہوگیا لہو
اس درجہ دلفریب تھا چہرہ حسینؓ کا

کیسا ہی معرکہ ہو میں پیچھے نہیں ہٹا
دل میں اُتر گیا تھا یوں اُسوہ حسینؓ کا

ٹھوکر میں تاج وتخت، ہتھیلی پہ سر رہے
اپنا ہے زادِ راہ یہ نسخہ حسینؓ کا

اُن سے ہوا شروع، اُنہی پہ ہوا ہے ختم
اپنی مثال آپ ہے تقوا حسینؓ کا

دن میں ہے رشکِ مہر تو شب کو ہے رشکِ ماہ
پھیلا ہوا ہے دل میں اُجالا حسینؓ کا

سینے میں کربلا ہے مظفرؔ نظر میں ہے عشق
دل نے علَم اُٹھایا ہے آقا حسینؓ کا

محترمہ شبینہ فرشوری۔حیدرآباد

میرے ابا

7 ردسمبر 2010ء کو ابا کو ہم سے جدا ہو کر پورے پانچ سال ہو گئے، میں نے ابا کی زندگی میں ہی ان پر لکھنا شروع کیا تھا مگر قلم نے ساتھ ہی نہ دیا حالانکہ میں اپنے وطن بدایوں جو یوپی میں ہے وہاں سے بہت دور، فاصلے اتنے ہیں جتنے ہندوستان اور پاکستان کے، شادی ہو کر حیدرآباد آ گئی، وہ بھی ابا نے اتنی دور اپنے بھائی کی محبت میں بھجوا دیا تھا یعنی اسلم فرشوری کے ابا اور میرے ابا دونوں سگے بھائی تھے، آج نہ میرے سسر ہیں نہ میرے ابا مگر سب کی محبتیں اور رشتے نبھاتے سالوں گزر گئے آج بڑے ضبط کے ساتھ میرا قلم میرے ابا کے بارے میں لوگوں کو کچھ بتانا چاہ رہا ہے ویسے تو جنہوں نے انہیں دیکھا ہے اور سنا ہے انہیں چاہا ہے اسے اتنی دعائیں اور محبتیں ملی ہیں کہ کہاں رکھیں اور کہاں لٹائیں کیسا کیا کریں۔

آج اولاد چاہے وہ کسی کی بھی ہو یہ سن لے کہ میرے ابا نے اپنی ماں کی جو خدمت کی ہے اس کی وجہ سے ہی ان کو دونوں جہان کی دولت و محبت ملی تھی تبھی ماں کو چھوڑ کر بدایوں سے باہر نوکری کرنا سوچا اور نہ زیادہ پیسہ کمانے کی دھن رہی اللہ اور رسول کے بعد اگر کسی کو چاہا تو صرف اپنی ماں کو اور وہ ماں بھی ایسی کہ جان اور دل سے قربان کرتی تھی پھر کم عمری میں باپ کے انتقال کے بعد آگے پڑھنے کا ارادہ بھی ترک کر دیا، چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال کر کے زندگی بھر وہ کپڑے جو اُن کو کالج میں اور وہاں پہننا چاہیے تھا یعنی پینٹ اور شرٹ نہ پہننے کا ارادہ کر لیا جو تمام زندگی اپنے اوپر طاری کیا اپنے چھوٹوں کی خاطر پڑھائی چھوڑ کر ٹیوشن کرنا اور گھر چلانے کے لیے کھیتوں اور باغوں میں دلچسپی لینا تاکہ ماں کو کوئی تکلیف نہ ہو وہ ماں کبھی کسی اور اولاد کے ساتھ نہ کہیں رہی، بدایوں سے دور فیملی کے ساتھ جاتے ان کے ساتھ ضرور رہتی اس طرح ہمیں دادی کی چچا، تاؤ اور خاندان کی وہ محبت ملی جو بے مثال ہے، اللہ نے پریشانی کے دن کاٹ دیے، جس دن ابا کو سرکاری نوکری لگی، ابا بتاتے تھے میں اسی دن پیدا ہوئی تھی اور وہ ہمیشہ یہ بات کہتے تھے تو ہمیشہ سرکاری پیسے پر ہی راج کرے گی وہ بات صحیح ثابت ہوئی، میرے شوہر اسلم فرشوری آل انڈیا ریڈیو میں 30 سال کام کر کے ریٹائرڈ ہوئے تو آج بھی سرکاری پیسہ پنشن کا مل رہا ہے، ابا نے گھر کا ماحول مذہبی رکھا وہ خود حافظ قرآن تھے، کچھ پارے نوکری کی وجہ سے نہیں ہوئے جس کا ان کو بہت ملال تھا، میری دادی بہت اللہ والی اور دیندار خاتون تھی جس کی وجہ سے ان کے سب بچے اور بچوں کے بچے پھل پھول رہے ہیں، خدا نہ نظر بد سے بچائے، ایک بار ابا بدایوں کی بڑی مسجد شمسی میں عشاء کی نماز کے بعد قرآن شریف پڑھ رہے تھے، یہ شمسی مسجد وہ ہے جو التمش نے بنائی تھی اور التمش نے کئی سال حکومت بھی کی ہے وہاں پر بدایوں میں، تو یہ مسجد شمسی بہت بڑی مسجد ہے، وہاں

پر بدائیوں میں، تو وہاں پہ ابا عشاء کی نماز کے بعد قرآن شریف پڑھ رہے تھے، تو ان کو لگا کہ ایک بڑا سا سایہ ان کے قریب ہے اور مسجد خالی ہو چکی ہے، ابا نے قرآن نکال کر سورہ جن پڑھنا شروع کر دیا اور وہ مسجد سے باہر آ گئے، ان کو لگتا رہا کہ وہ سایہ ان کے ساتھ ساتھ ہے جب گھر کے قریب پہنچے تو وہ سایہ جن ہی تھا جو ابا کے ساتھ ساتھ تھا، ابا نے نیچے سے ہی میری دادی کو آواز لگائی کہ اماں کوئی مسجد سے میرے ساتھ ہیں اور گھر میں بھی آنا چاہ رہے ہیں، میری دادی نے وہیں سے آواز لگائی کہ ان کو کہو کہ ہمارے یہاں کوئی جگہ خالی نہیں ہے، ان کی آواز سن کر وہ سایہ تو چلا گیا مگر ابا کئی دن پریشان رہے اب میں یہ بتاتی چلو کہ میری دادی نے یہ کیوں کہا کہ گھر میں جگہ نہیں ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک بزرگ کا سایہ ہے جو اکثر میری دادی، میری پھوپی اور میرے ابا کو اکثر نظر آتے تھے ایک مرتبہ گھر کے نیچے رات میں 12 بجے باجے کے ساتھ بارات گزر رہی تھی تو ایک پڑوسی آئے اور کہا کہ چھت پہ کوئی ہے، ابا اور دادی نے بتایا کہ شریف احمد صاحب اوپر نماز پڑھ رہے ہوں گے یہ ان کی عبادت کا وقت ہے ہم نے بھی وہاں چھت پر پتھر سے جائے نماز بنی دیکھی ہے، ابا کی زندگی میں بھی جن لوگوں نے بزرگ کو دیکھا ابا کی شکل میں ہی دیکھا، ایک بار میری بڑی بہن رات میں میرے پاس آکر سو گئی، وہ ڈر سے کانپ رہی تھی اور جو کچھ دیکھا تھا بتانے سے قاصر تھی، صبح میں جب انہوں نے ابا کو رات کا واقعہ بتایا کہ انہیں لگا کہ ابا ہمارے کمرے میں نماز پڑھنے کے لیے آ گئے ہیں مگر جب بند دروازے سے وہ سایہ غائب ہوا تو وہ بولنے کے قابل نہیں تھی، ایسے ہی ایک بار میری بڑی بھابی جو اکرم فرشوری کی بیوی ہیں انہیں ابا نے بلا کر پوچھا کہ بھئی آج عید کا سلام کرنے تو اوپر نہیں آئی اور ہم تو سب سے مل کر بھی آ گئے، بھابھی نے بتایا کہ جو وہ لکھتے ہوئے میں خود بھی ڈر رہی ہوں، بھابھی نے بتایا کہ آپ تو کالی شیروانی میں نیچے آئے تھے میں نے سلام کیا آپ نے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائیں بھی دی، سوچئے صاحب ہم سب کی کیا حالت ہوئی، جبکہ ابا صبح سے ہی گھر میں تھے ہی نہیں مگر ابا کی آنکھوں نے سب بتا دیا کہ کیا ہوا ہوگا ابا کو بچپن میں سائیکل چلانا بھی ان ہی بزرگ نے سکھایا تھا، ایک بار میں آنگن میں سو رہی تھی جب رات کو اٹھی تو پھاٹک کی سیڑھیوں سے اوپر کے دروازے تک اتنی تیز روشنی تھی کہ لگتا تھا کہ سورج رات میں ہی نکلا ہے، چمک رہا ہے، بچپن کی ان چیزوں کو ماننے سے ہم چاہیں کتنا ہی انکار کریں، سائنس چاہے کتنا نکارے مگر وہ سب کچھ تو تھا۔ میرے ابا کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، ہم بہن بھائیوں کو صبح کا ناشتہ جب تک نہیں ملتا جب تک کہ ہم فجر نہ پڑھ لیں۔ اور ابا کی عادت تھی اپنے عزیزوں سے ملنے صبح فجر کے بعد ٹہلتے ہوئے چلے جاتے، اس طرح سب کی خیریت مل جاتی تھی، حضورؐ کی بتائی ہوئی ہر سنت پر عمل کرتے تھے، اللہ ہم سب کو بھی ان پر عمل کرتے کی توفیق عطا فرمائے۔ کبھی کھڑا ہو کر یا ننگے سر پانی نہ پیتے، ہر وقت باوضو رہتے، درود اور کلمہ زبان پر جاری رہتا، کسی کی بھی جھوٹی بات پر غصہ آ جاتا، کفایت شعاری سے بہت خوش ہوتے، اپنے بچوں کو بیوی کو عزیزوں کو جی جان سے چاہتے، ہر ہفتہ ایک پوسٹ کارڈ اپنی خیریت کا ڈالتے جس میں ہر اچھی بری خبر ہوتی، اپنی اولاد سے زیادہ اپنے بھائی بہنوں کی اولاد کو چاہتے تھے، جس وجہ سے آج ہم سب یعنی میرے چچا، تاؤ، پھوپیوں کی اولادوں میں کافی

محبتیں ہیں، ابا کی محبت کی وجہ سے سب اولاد ابا جی کو بہت چاہتے ہیں، ابا کی دعاؤں نے اتنی ترقی دی ہے کہ انہیں کسی کی نظر نہ لگے، آج میرے بھائی عالم، سالم، اعظم، شعیب و کامران سب ابا کی ان محبتوں کو قائم کیے ہوئے ہیں، انہیں بیٹوں سے زیادہ بیٹیوں سے بہت محبت تھی، سب کو بلا کر بہت خوش ہوتے تھے، سفر کا بڑا شوق تھا، حیدر آباد امی ابا جب تک باحیات تھے آتے تھے یعنی میرے ساس سسر، امان اور فراز کی پیدائش کے وقت مجھے بدایوں بلوا لیا تھا مگر جب سلمان یعنی ٹنکو کے وقت ڈاکٹر نے سفر کرنے کی اجازت نہ دی تو ایک مہینہ میرے پاس رہے، جس طرح ماں خدمت کرتی ہے ویسے ہی پریشان رہتی عجیب اتفاق تھا کہ ٹنکو کی پیدائش پر بھی آئے اور اس کی شادی میں بھی، میرے چاروں بچوں سے بہت خوش تھے، بہت دعائیں دیتے تھے، آج بھی ہر بات پر اور کھانے پر بہت یاد آتے ہیں، وہ ہمارے خاندان کے لیے بہت بڑی مثال بن کر گئے ہیں، اگر کسی کی بات بری لگتی تو منہ پر ہی کہتے، اگر کسی کی بات اچھی لگتی تو اس انسان کے پیچھے کہتے، ایک بار میں نے اپنے خاندان کے بارے میں دیکھا تھا اور جو سنا تھا ایک آرٹیکل بنا کر ابا کو بھیجا تھا جسے وہ سب کو پڑھ کے سنواتے تھے اور مجھ سے فون پر کہا کہ میری طرف سے میں نے تمہیں اتنا اچھا لکھنے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری دے دی۔ میں بہت دنوں خوش رہی، آج ہم ابا کی اس محبت سے محروم ہیں، مگر دعاؤں سے نہیں، نئی نسل کو صلاح ہے کہ بڑوں کو خوش رکھیں اور ان کی دعائیں لیں، میں تو یہی کہوں گی کہ لے لو لے لو دعائیں ماں باپ کی۔

☆☆☆

رہبر پرتاپ گڑھی-یوپی

یاد آتے ہیں

محاذِ بدر کے روحانی قصے یاد آتے ہیں
عبادہؓ کے ہمیں ایمانی فقرے یاد آتے ہیں
عجب ذوقِ شہادت بے سرو سامانی میں دیکھا
خدا کے چاہنے والے وہ پیارے یاد آتے ہیں
دعائیں بدر میں آقا نے مانگیں فتح و نصرت کی
درِ حق پر وہ آہ و زاری سجدے یاد آتے ہیں
شکم خالی ہیں تشنہ لب بھی ہیں، دامن دریدہ ہیں
اے جنگِ بدر! تیرے سب جیالے یاد آتے ہیں
خدا کے غازیوں کے تذکرے اب بھی زبان پر ہیں
مجھے دینِ نبی کے سب ستارے یاد آتے ہیں
ملایا خاک میں بوجہل کے سارے تمرد کو
مجھے دو خردوں کے ایمانی جذبے یاد آتے ہیں
وہ جن کے نام سے اسلام کی عظمت اجاگر ہے
وہی حسنینؓ، آقاؐ کے نواسے یاد آتے ہیں
معافی دے دی تثریب کہہ کر خوں کے پیاسوں کو
وہی سرکار کی رحمت کے جلوے یاد آتے ہیں
سمیّہ ہوں کہ زینبؓ ہوں بلالؓ و یاسرؓ وحمزہؓ
ہمیں رہبر! اوہ سارے غم کے مارے یاد آتے ہیں

حضرت حافظ محمد عبدالغنی صاحبؒ کی وفات حسرت آیات

کتابِ الٰہی کا بے لوث خادم اپنے رب کی بارگاہ میں

دنیا کے حالات بہت تیزی سے رو بہ زوال ہو رہے ہیں؛ کیوں کہ اللہ کے نیک بندے، دین کے بے لوث خدام، کتاب وسنت کے رمز شناس، تقوی وطہارت کی بے مثال شخصیات، اسلام اور شعائر اسلام کی سر بلندی کے لیے قربانیاں دینے والے حضرات اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنے والے بزرگان دین اور اکابرین امت بڑی تعداد میں اور بہت کم دورانیہ کے ساتھ دنیا کو الوداع کہہ رہے ہیں، ان کی رحلت سے امت کا جو خسارہ اور نقصان ہو رہا ہے، بظاہر اس کی تلافی نہیں ہو رہی ہے، عموماً ان کا بدل بھی میسر نہیں آتا؛ چہ جائیکہ نعم البدل مل سکے۔

آج پھر کتاب الٰہی کے ایک عاشق اور بے لوث خادم حضرت حافظ محمد عبدالغنی صاحب قدس سرہ (ناظم مدرسہ عربیہ تحفیظ القرآن، تاڑبن، نزد زو پارک، حیدرآباد) کی وفات حسرت آیات پر ماحول سوگوار ہے، بہت سے دل مغموم ہیں، آنکھیں نم ہیں، عقل حیران ہے، ذہن ودماغ پر پژمردگی چھائی ہوئی ہے؛ کیوں کہ آج ایک صاحب بصیرت مربی، ایک کامیاب منتظم، ایک شفیق استاذ اور ایک درد مند دل رکھنے والے دین اسلام کے خادم، دنیا کو الوداع کہہ کر ہمیشہ ہمیش کے لیے رخصت ہو چکے ہیں۔

17/ محرم الحرام 1447ھ مطابق 13/ جولائی 2025ء بروز اتوار، صبح کی اولین ساعتوں میں حضرت حافظ محمد عبد الغنی صاحب رحمہ اللہ، عبادت وریاض، تقوی و طہارت، اخلاص وللّٰہیت اور خدمت قرآن سے لبریز اپنی 67 سالہ زندگی کی تمام ساعتیں پوری کر کے، اپنے رب حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون! میر عالم عیدگاہ تاڑبن، حیدرآباد میں عوام وخواص کے ایک جم غفیر کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، عیدگاہ سے متصل قبرستان ہی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

حافظ صاحب کو قرآن کریم سے وارفتگی، شیفتگی اور عشق ومحبت کی معراج حاصل تھی، زندگی کے آخری ایام تک ان کی زبان قرآن سے معطر رہتی، تلاوت قرآن کا بڑا اہتمام فرماتے، روزانہ دو پارے سنانا، ان کی پوری زندگی کا معمول تھا، اس کام کے لیے وہ باقاعدہ کسی حافظ کو رکھتے تھے، رمضان المبارک میں تراویح سنانے کا معمول بھی ہمیشہ رہا، وہ حقیقی معنی میں محبّ قرآن اور عاشق قرآن تھے، امید ہے کہ زندگی بھر کی قرآن کے ساتھ ان کی رفاقت، قبر اور میدان محشر میں بھی برقرار رہے گی۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز!**

حضرت حافظ صاحبؒ بہت بافیض شخصیت تھے، شاید قرآن کے ساتھ ان کا عاشقانہ تعلق، اللہ تعالی کو پسند آیا اور پھر اللہ تعالی نے خدمت قرآن کے لیے ان کا انتخاب فرمایا، اور ان کے ذریعہ اللہ تعالی نے سینکڑوں بچوں اور بچیوں کے سینوں کو حفظ قرآن کی دولت اور نور سے معمور فرمایا؛ چنانچہ اللہ عزوجل کی توفیق سے حافظ صاحبؒ نے 1994ء میں مدرسہ عربیہ تحفیظ القرآن کی بنیاد ڈالی، اور اس وقت سے لے کر اپنی

حیات مستعار کے آخری سانس تک حافظ صاحبؒ نے اس ادارہ کی آبیاری کا حق ادا کردیا، ادارہ کے تعلیمی معیار کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شہر حیدرآباد کے معروف علماء کے بچوں اور بچیوں نے بڑی تعداد میں اس ادارہ سے کسبِ فیض کیا اور آج وہ خود شہر کے بڑے علمائمیں شمار ہوتے ہیں، مکہ مسجد کے موجودہ امام صاحب نے بھی اسی ادارہ سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی ہے۔اب تک سینکڑوں کی تعداد میں حفاظ اور حافظات اس ادارہ سے کسب فیض کر چکے ہیں، جو حضرت حافظ صاحب کے لیے ان شاء اللہ صدقہ جاریہ ہوں گے۔

مدرسہ میں ان کی خدمات اکابر کے دور کی یاد تازہ کرتی ہیں، وہ سب سے پہلے مدرسہ میں آتے اور سب سے اخیر میں مدرسہ سے جاتے تھے، پورے دن مدرسہ میں رہتے، مدرسہ کے ہر کام پر ان کی نگاہ رہتی، اساتذہ اور طلبہ کی کارکردگی پر بھرپور توجہ رہتی تھی، طلبہ اور اساتذہ کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے، وقت سے پہلے آنے والے اساتذہ کو تنخواہ سے الگ ماہانہ انعامی رقم بھی پیش کرتے تھے، طلبہ کا تعلیمی جائزہ لیتے رہتے تھے، ان کو بھی انعامات سے نوازتے، قرآنی مسابقات کے لیے طلبہ کو تیاری کرنے کی ترغیب دیتے، ان کا ہر کام منظم ہوتا، ادارہ میں فی الوقت 676 طلبہ اور طالبات زیر تعلیم ہیں، تمام تعلیمی امور اطمینان بخش انداز میں پورے ہوتے۔

اسی کے ساتھ وہ سادگی، تواضع اور انکساری کی اعلیٰ صفت اپنے اندر رکھتے تھے، ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا ظاہر کرتے، اپنی خدمات کو لوگوں کے سامنے بڑھا چڑھا کر پیش نہیں کرتے؛ بلکہ ہمیشہ ان کو یہ کہتے سنا کہ ہمارا تو چھوٹا سا ادارہ ہے، اصل خدمات تو بڑے بڑے مدارس انجام دے رہیں، اپنے بارے میں بھی ہمیشہ کہتے کہ میں تو ایک معمولی آدمی ہوں، یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے اس خدمت پر لگا دیا، علماء کا بہت احترام کرتے، جب کبھی حافظ صاحبؒ کے پاس ان کے ادارہ میں جانا ہوتا، بڑے اچھے انداز میں استقبال کرتے، بہترین ضیافت کرتے، چھوٹے چھوٹے بچوں کو بلا بلا کر قرآن سنواتے، دار العلوم دیوبند اور اکابر کا تذکرہ بڑی عقیدت کے ساتھ کرتے، دار العلوم کے صد سالہ اجلاس کی کچھ روداد بیان کرتے، کبھی کبھی اچانک احقر کے پاس ان کا فون آجاتا اور فرماتے: مولانا آپ سے ملنے کی خواہش ہے، کس وقت آجاؤں؟ میں اصرار کے ساتھ عرض کرتا کہ حضرت آپ کیوں زحمت فرما رہے ہیں، میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں؛ لیکن فرماتے: علماء کو تکلیف نہیں دینی چاہیے، علماء کے پاس خود جانا چاہیے۔آج ان کی یہ باتیں اشک بار کر رہی ہیں۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

جب کبھی احقر کے پاس دار العلوم حیدرآباد تشریف لاتے، تو زیادہ تر علمی، اصلاحی اور فکر آخرت کے موضوعات پر گفتگو ہوتی، ایک مرتبہ فرمایا کہ علماء کو جمعہ میں خطابت ضرور کرنی چاہیے، چاہے اس کا اکرامیہ ملے یا نہ ملے؛ بلکہ اگر پیسے دے کر بھی خطابت کرنے کا موقع ملے، تو ضرور یہ خدمت کرنی چاہیے، اس سے علماء کا فیض مزید عام ہوگا۔ایک مرتبہ آخرت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے، اور جزاء وسزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ ایک ماں سے زیادہ بندے سے محبت کرتے ہیں، تو جب ماں کو اپنے بچے کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی ہے اور ماں سے ضد کر کے بچہ کچھ بھی منوالیتا ہے، تو میرا اللہ مجھے جہنم میں کیسے جلائے گا اور میں تو اپنے اللہ سے ضد کر کے معافی کروالوں گا اور یہ کہہ کر، وہ زار وقطار رونے لگے۔

اللہ کریم کی ذاتِ رحمت سے قوی امید ہے کہ اس نے اپنے بندہ کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق ہی معاملہ کیا ہوگا!

☆☆☆

مفتی حسین احمد حسامی M.a B.Ed۔صدر مدرس مدرسہ عربیہ کاشف العلوم وخطیب مسجد تحصیل کاماریڈی

مقام حضرت امیر معاویہؓ

جلیل القدر صحابی حضرت معاویہؓ عالم اسلام کی ان چندگنی چنی ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کے احسان سے یہ امت کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی، ان چند کبار صحابہ میں ہیں جن کو سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں مسلسل حاضری، اور حق تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ وحی کو لکھنے کا شرف حاصل ہے، پھر آپ اسلامی دنیا کی وہ مظلوم ہستی ہیں جن کی خوبیوں اور ذاتی محاسن وکمالات کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا بلکہ ان کو چھپانے کی پیہم کوششیں کی گئیں، آپ پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے، آپ کے متعلق ایسی باتیں گھڑی گئیں اور پھیلائی گئیں جن کا کسی عام صحابی سے تو درکنار کسی شریف انسان سے بھی پایا جانا مشکل ہے۔

حضرت معاویہؓ کے خلاف شدومد کے ساتھ پروپیگنڈہ کا طوفان کھڑا کیا گیا، جس کی وجہ سے آپ کا وہ حسین وذاتی کردار نظروں سے بالکل اوجھل ہوگیا، جس کو آپ ﷺ کیفیض صحبت نے پیدا کیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج دنیا حضرت معاویہؓ کو بس جنگ صفین کے قائد کی حیثیت سے جانتی ہے جو حضرت علیؓ کے مقابلہ کے لئے آئے تھے، لیکن وہ حضرت معاویہؓ جو آپ ﷺ کے منظورِ نظر تھے جنہوں نے ایک سال تک آپ ﷺ کے لئے کتابت وحی کیناز ک فرائض انجام دئے ہیں، آپ ﷺ سے علم وعمل کے لئے بہترین دعائیں لیں، جنہوں نے حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ کے زمانہ میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا، جنہوں نیتاریخ اسلام میں سب سے پہلا بحری بیڑہ تیار کیا، اپنی عمر کا بہترین حصہ رومیوں کے خلاف جہاد میں گذارا، اور ہر بار ان کے دانت کھٹے کئے، آج دنیا ان کے ان لازوال کارناموں کو فراموش کر چکی ہے، لوگ یہ تو جانتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ وہ ہیں جن کی حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ ہوئی تھی، لیکن یہ نہیں جانتے کہ قبرص، روڈس صقلیہ اور سوڈان جیسے اہم ممالک کس نے فتح کیا؟ سالہا سال باہمی خلفشار کے بعد عالم اسلام کو پھر سے ایک جھنڈے تلے کس نے جمع کیا؟ جہاد کا جو فریضہ تقریباً متروک ہو چکا تھا اسے از سرنو کس نیزندہ کیا؟ اور اپنے عہد حکومت میں نئے حالات کے مطابق شجاعت و جواں مردی، علم وعمل، حلم وبردباری، امانت ودیانت کے ساتھ نظم وضبط کی بہترین مثالیں کس نے قائم کیا؟ یہ ساری باتیں وہ ہیں جو پروپیگنڈ کی دبیز تہ میں چھپ کر رہ گئی ہیں، اس مختصر مقالہ میں حضرت معاویہؓ کی زندگی کے ان ہی حسین پہلوؤں اور آپ ﷺ کیساتھ تعلق ولگاؤ اور صحابہ وتابعین کی نظر میں مقام ومرتبہ کو سامنے لانا مقصود ہے، جو تاریخ کے ملبہ میں دب کر آج نگاہوں سیبالکل اوجھل ہوگئے ہیں، ان کیپڑھنے اور سننے سے حضرت معاویہؓ کے کردار کی ایسی تصویر سامنے آجائیگی جو ہر لحاظ سے دل کش وحسین ہے، امید ہے کہ قارئین اس تصویر میں تاریخ اسلام کیاس عظیم صحابی کے کردار کی ایک دل آویز جھلک ضرور پائیں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ عرب کے مشہور قبیلہ قریش سے

تعلق رکھتے تھے، جو اپنی شرافت ونجابت اور جود وسخا میں پورے عرب میں ممتاز حیثیت کا حامل تھا، اسی میں آقائے دو جہاں ﷺ مبعوث ہوئے، قریش کی شاخ بنو اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے جو بنو ہاشم کے بعد سب سے معزز قبیلہ تھا، حضرت معاویہؓ کے والد ماجد حضرت ابوسفیانؓ قریش کے سرداروں میں تھے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، جس سے آپ ﷺ کو بہت مسرت ہوئی اور آپ نے اعلان فرمایا کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ مامون ہے، قبل از اسلام بھی آپ اعلیٰ صفات کے مالک اور اخلاق کریمانہ کے حامل تھے، ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "وکان رئیساً مطاعاً ذامالٍ جزیلٍ" آپ اپنی قوم کے سردار تھے آپ کے حکم کی اطاعت کی جاتی تھی اور آپ کا شمار مالداروں میں ہوتا تھا (ابن کثیر البدایہ والنہایہ ص ۱۲ جلد نمبر ۸) پھر آپ ﷺ کی خدمت میں رہے غزوۂ حنین ویرموک میں شرکت کی، یہاں تک کہ ۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت معاویہؓ اُن ہی کے فرزند ارجمند تھے، بعثت نبوی سے پانچ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی، بچپن ہی سے آپ میں اولوالعزمی اور بڑائی کے آثار نمایاں تھے، چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نوعمر تھے، ابوسفیان نے آپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگے کہ میرا بیٹا قوم کا سردار بنے گا، آپ کی والدہ ہندہ کہنے لگیں میں اپنی قوم کے لیے اس پر روؤں اگر یہ پورے عالم کی قیادت نہ کرے، ایک قیافہ شناس نے دیکھ کر کہا کہ یہ اپنی قوم کا سردار بنے گا، ماں باپ نے آپ کی خاص تربیت کی، مختلف علوم وفنون سے آراستہ کیا (علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ص ۱۱۸ جلد ۸) مشہور مؤرخ واقدی لکھتے ہیں کہ آپ صلح حدیبیہ کے بعد ہی ایمان لے آئے تھے مگر کچھ مجبوری کی بنا پر ظاہر نہیں کیا؛ بلکہ فتح مکہ کے دن ظاہر کیا، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بدر، احد، خندق اور حدیبیہ میں آپ کفار کی جانب سے شریک نہیں ہوئے؛ حالانکہ اس وقت آپ جوان تھے اور آپ کے والد ابوسفیان سپہ سالار کی حیثیت سے تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی حقانیت ابتداء ہی سے آپ کے دل میں گھر کر چکی تھی۔

چنانچہ اسلام کے بعد آپ مستقلاً آپ ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے، وحی خداوندی لکھنے کی وجہ سے آپ کو کاتب وحی کہا جاتا تھا، علامہ ابن حزمؒ رقم طراز ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے کاتبین میں سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابتؓ آپ کی خدمت حاضر رہے، اس کے بعد معاویہؓ کا درجہ تھا، کتابتِ وحی کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لئے جس احساسِ ذمہ داری، امانت ودیانت اور علم وفہم کی ضرورت تھی وہ آپ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مسلسل حاضر رہے، کتابتِ وحی کی ذمہ داری پوری امانت داری ودیانت داری کے ساتھ انجام دی، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے متعدد بار آپ کو دعائیں دی ہیں، حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو دعاء دی اور فرمایا "اللّٰهم اجعله هاديا مهديا واهدبه" اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادیجئے، اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیجئے، نیز حضرت معاویہؓ خود بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نبی کریم ﷺ کے لئے وضو کا پانی لے گیا آپ نے وضو کرنے کے بعد میری طرف دیکھا اور فرمایا اے معاویہؓ اگر امارت کی ذمہ داری تمہارے سپرد کی جائے تو تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا (ابن حجر الاصابہ ص ۳۱۴ جلد ۳)

ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ سواری پر سوار ہوئے اور حضرت معاویہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا، تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے معاویہ! تمہارے جسم کا کوئی حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا پیٹ اور سینہ آپ کے جسم مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے، یہ سن کر آپ نے دعا دی ''اللھم املاہ علماً'' اے اللہ اس کو علم سے بھردے، ان روایات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کو دربارِ نبوی میں کیا مقام و مرتبہ حاصل تھا؟ اور آپ ﷺ ان سے کتنی محبت کرتے تھے؟ اس کے علاوہ جلیل القدر صحابہ سے بھی متعدد اقوال مروی ہیں، جن سے ان کی نظر میں حضرت معاویہؓ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، آپ کے متعلق حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ تم قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تم میں حضرت معاویہؓ موجود ہیں، حضرت عمرؓ کی نظر میں آپ کا مرتبہ و مقام اس سے واضح ہوتا ہے، اور آپ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور آخری عمر تک باقی رکھنا، یہ آپ پر اعتماد کی دلیل ہے، اور حضرت عثمان غنیؓ کو بھی آپ پر مکمل اعتماد تھا، اور تمام اہم معاملات میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے، شام کی گورنری کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے علاقے اردن، حمص، اور فلسطین وغیرہ بھی آپ کی ماتحتی میں دے دیئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے شہید ہوجانے کے بعد حضرت علی کرم وجہہ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے بارے میں اختلاف ہوگیا، مگر دونوں جانب اختلاف کا منشاء دین ہی تھا اس لئے فریقین ایک دوسرے کے دینی مقام اور ذاتی خصائل و اوصاف کے قائل تھے، علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب جنگ صفین سے واپس ہوئے تو فرمایا اے لوگو! تم معاویہؓ کی گورنری اور امارت کو ناپسندمت کرو کیونکہ اگر تم نے انہیں گم کردیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے (حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ص ۱۳۱ جلد نمبر ۸ میں) خلفائے راشدین کے بعد صحابہ اکرام کی نگاہ میں حضرت معاویہ کی قدر و منزلت کچھ کم نہیں تھی، حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''انہ فقیۃ'' یقیناً معاویہ فقیہ ہیں اور کبھی فرمایا کہ ''انہ قد صحب رسول اللہ ﷺ'' معلوم ہوا کہ صرف آپ ﷺ کی صحبت کا شرف اٹھانا ہی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ کوئی فضیلت اس کے برابر ہو ہی نہیں سکتی۔

ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں اس لئے حضرت معاویہؓ خال المومنین (پوری امت کے ماموں) ہوئے، جس طرح اہل بیت اور ذوالقربیٰ سے محبت کرنا مومن پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضور ﷺ کے خسر اور برادر نسبتی اور سسرالی رشتہ داروں سے بھی محبت کرنا لازم ہے، ان سے کینہ و عداوت رکھنا حرام ہے، ترمذی میں حضرت عمرؓ کا قول ''لاتذکروا معاویۃ الابخیر فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اللھم اھدبہ'' (جامع ترمذی ص ۲۴۷ جلد نمبر ۲) حضرت معاویہؓ تابعین کی نظر میں بڑی فضیلت کے حامل تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں کسی کو کوڑا نہیں مارا مگر اس شخص کو آپ نے کوڑے لگائے جس نے حضرت معاویہؓ پر زبان درازی کی، حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز میں کون افضل ہیں، اس سوال کو

سنتے ہی عبداللہ ابن مبارک غصہ میں آ گئے، اور فرمایا تم ان دونوں کی نسبت پوچھتے ہو، خدا کی قسم وہ مٹی جو نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے حضرت معاویہؓ کی ناک کے سوراخ میں چلی گئی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے، اور پھر یہ حدیث پڑھ کر سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میرے اصحاب اور رشتہ داروں کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے، ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے بحری بیڑہ تیار کیا اور آپ ﷺ کے اس حدیث "**اول جیش من امتی یغفرون البحر قداوجبو**" (بخاری ص ۴۱۰ جلد نمبر ۱) کے حقیقی مصداق ہیں۔

حضرت معاویہ ذاتی نام نمود اور اقتدار کی خواہش کے لئے کبھی نہیں لڑرے، اس کا اندازہ اس ایمان افروز خطاب سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت معاویہ نے حضرت علیؓ سے اختلاف کے دوران قیصر روم کو تحریر فرمایا تھا، روم کے بادشاہ قیصر نے عین اس موقع پر جب کہ دونوں کا اختلاف شباب پر تھا فائدہ اٹھانا چاہا، اور شام کی سرحدوں پر لشکر کشی کا ارادہ کیا، حضرت معاویہ کو اطلاع ملی تو آپ نے خط لکھا کہ مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ تو سرحد پر لشکر کشی کرنا چاہتا ہے یاد رکھ! اگر تو نے ایسا کیا تو میں اپنے ساتھی حضرت علیؓ سے صلح کرلوں گا اور ان کا جو لشکر تجھ سے لڑنے کے لئے روانہ ہوگا اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا کر کوئلہ بنا دوں گا، جب یہ خط قیصر روم کے پاس پہونچا تو وہ باز آ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کفر کے مقابلے میں اب بھی ایک جسم و جان کی طرح ہیں اور ان کا اختلاف سیاسی لیڈروں جیسا نہیں ہے۔ (تاج العروس ص ۸۰۲ جلد ۷)

ان فضائل ومناقب حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنھم پر کوئی تبرہ کرتا ہے تو وہ لعنت رب العالمین ورحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم واصحابِ رسول اور ملائکہ کا موجب ہوگا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو عظمت صحابہ کا پیروکار بنائے، ان کی روشناس راہ پر گامزن فرمائے، آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر نادر المسدوسی۔ صدر بزم علم وادب حیدرآباد

منقبت حضرت امام حسینؓ

کرنا بیاں محال ہے جذبہ حسینؓ کا
مرضی خدا کی بن گئی منشا حسینؓ کا

کربل میں دیکھا کیسا وہ منظر جہان نے
پیاسا ہی سارا لُٹ گیا کنبہ حسینؓ کا

میں بھی درِ حسینؓ کا ادنیٰ غلام ہوں
مل جائے مجھ کو تھوڑا سا صدقہ حسینؓ کا

وہ جو بہتّر آپ کے ساتھی تھے ہم نوا
بہتا تھا ان کے خون میں جذبہ حسینؓ کا

دنیا احاطہ سیرتِ اقدس کا کیا کرے
انصاف کا جو لہجہ تھا لہجہ حسینؓ کا

باطل نہ سر اٹھا سکا نادؔر جہان میں
حق کے لیے تھا سر کو کٹانا حسینؓ کا

محمد سالم سَرِیّانوی۔اعظم گڑھ یوپی

نئی نسل میں ناجائز تعلقات کا رجحان!

اسلام دین فطرت ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اس دین میں ان تمام چیزوں کو تفصیلی یا اجمالی طور پر بیان کردیا جن کی ضرورت مسلمانوں کو دنیا میں ہوسکتی ہے، زندگی کے شب وروز سے متعلق رہنما ہدایات موجود ہیں، جن پر عمل کر کے خدا ورسول کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے اور دونوں جہان کی زندگیوں کو سنوارا جاسکتا ہے۔

موجودہ دور میں ہمارا مسلم معاشرہ بہت حد تک برائیوں اور خرابیوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے، ہر طرح کے جرائم اور گناہ پائے جاتے ہیں، جب کہ ان جرائم، گناہوں اور برائیوں پر شریعت کی جانب سے قدغن لگائی جا چکی ہے، مگر ہماری بے حسی، نوجوانوں کی لاپرواہی اور بے دینی نے سب کچھ معاشرے میں فروغ دے رکھا ہے۔

آج کل ایک بڑی برائی جو بہت سی برائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے نہایت تیزی سے ہمارے معاشرے میں سرایت کر رہی ہے اور مسلسل استحکام پیدا کر رہی ہے جس کا عنوان میں نے ''نئی نسل میں ناجائز تعلقات کا رجحان'' سے دیا ہے، سچ یہ ہے کہ اب کے نوجوانوں کا ایک طبقہ اس کو برائی سمجھنے کے بجائے فیشن سمجھنے لگا ہے، اسے لگتا ہے کہ یہ ہمارے کرنے کا کام ہے اور نہایت دل چسپی سے اس میں توجہ لیتا ہے، بہت سے نوجوان آج کل وبائی طور سے اس کے شکار ہیں اور ہو رہے ہیں، اس عمل میں صرف لڑکے ہی شامل نہیں ہیں؛ بل کہ لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

آج بہت سے قریب البلوغ بچوں اور کچی عمر کے نوجوانوں میں لڑکیوں سے ناجائز تعلقات کا رجحان نہایت ہی تیزی سے فروغ پا رہا ہے، معاشرہ پر نظر ڈالیں گے تو صورت حال ایسی ملے گی کہ کوئی کسی لڑکی سے پیار کررہا ہوگا، کوئی دوستی نباہ رہا ہوگا، کوئی اپنے جذبات کے مطابق زندگی ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہوگا،....اتنا ہی نہیں؛ بل کہ یہ رجحان اور غلط اقدام لڑکوں کی طرح لڑکیوں میں بھی بہت زیادہ پایا جارہا ہے، ان کے یہاں بھی لڑکوں سے تعلقات بنانا، بات چیت کرنا اور گپ شپ کرنا عام سی بات ہوتی جارہی ہے، ''گرل فرینڈ'' اور ''بوائے فرینڈ'' کی وبا کسی زمانے میں صرف مغرب تک محدود تھی مگر اب یہ مشرق میں ہر ایک کے دروازے پر دستک دے رہی ہے، موبائل اور انٹرنیٹ نے اس کے لیے جو سہولت اور آسانیاں فراہم کردی ہیں ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

اسلام نے بے حیائی پر سخت قسم کی پابندی لگائی ہے، حیا اور شرم کو فروغ دیا ہے، صرف بے حیائی ہی نہیں؛ بل کہ بے حیائی کے اسباب بننے والے امور کو بھی ممنوع قرار دیا ہے اور ان پر سرزنش بھی کی ہے، اس سلسلے میں قرآن کریم کی متعدد آیات موجود ہیں، احادیث طیبہ میں بھی اس کا کافی تذکرہ ہے، لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے قرآن وحدیث سے اپنے تعلق کو کمزور کرلیا ہے یا ختم کرلیا ہے، جس کی وجہ سے آج برائیوں کے دلدل میں پھنسے ہیں اور پھنستے جارہے ہیں۔

جب سے موبائل اور انٹرنیٹ کا زمانہ آیا؛ بالخصوص (5G) کی سہولت ملی اور انٹرنیٹ کے مواد تک تیز ترین رسائی کے اسباب پیدا ہوئے،تب سے بہت سے لوگوں نے علمی، دینی، معاشی اور دنیاوی اعتبار سے بہت سے منافع حاصل کیے اوراب بھی کر رہے ہیں،لیکن وہیں پر بے حیائی کے فروغ میں اس کا کردار بہت زیادہ بڑھ گیا ہے،یوں کہہ لیں کہ اس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد کم ہے،جب کہ غلط استعمال کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے، ہمارے مسلم معاشرے میں ایک سرسری جائزے کے مطابق غلط استعمال ہی نوجوانوں میں رائج ہے۔

فیس بک، واٹس ایپ، انسٹاگرام،اسنیپ چیٹ اور نہ جانے کون کون سے ایپ ہیں جنھوں نے تعلقات پیدا کرنے میں آسانیاں فراہم کررکھی ہیں، یہ صرف تعلقات کی بات نہیں ہے؛ بل کہ یہ تعلقات آہستہ آہستہ جنسی بات چیت،جنسی مواد کی ترسیل اور پھرلائیوطور پر جنسیات کا تبادلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتی ہیں، یہاں تک کہ معاملہ ''زنا'' جیسے سنگین اور خطرناک جرم تک پہنچتا ہے، بعض ایسے بھی واقعات سننے میں آئے ہیں کہ ابتدائی تعلقات کے لیے بھائی نے بہن کا سہارا لیا ہے۔

اس نازک صورت حال کے جائزہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج مسلم معاشرہ کس رخ پر چل پڑا ہے۔ضرورت ہے کہ اس پر ابھی سے غور کر کے کام کیا جائے اور مثبت ومفید طریقوں کو بروئے کار لاکر نسل نوکو تباہی سے بچایا جائے۔

ناجائز تعلقات قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن وحدیث میں غیرمحرم سے تعلقات بنانے، غیر ضروری بات چیت کرنے، خلوت نشینی اختیار کرنے، دوستی کرنے اور غلط کام کرنے پر تنبیہات ارشاد فرمائی گئی ہیں اور مختلف طرح سے منع کیا گیا ہے، ان کو تفصیلی طور پر ذکر کیا جائے تو کس کو پڑھنے کے لیے وقت اور فرصت ہے؛ اس لیے حسب ضرورت چند ایک پر اکتفا کر کے اسباب وحل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی، حالاں کہ یہ عنوان اس بات کا متقاضی ہے کہ تفصیل سے گفتگو کی جائے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ اَخْدَان. (سورۃ المائدۃ:۵)

''(وہ مرد) پاکدامنی اختیار کرنے والے ہوں، آزادانہ طور پر شہوت رانی کرنے والے نہ ہوں اور نہ ہی چھپے طور سے آشنائیاں کرنے والے ہوں''۔

مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَان. (سورۃ النساء:۵۲)

''(وہ عورتیں) نکاح کے ذریعہ پاکدامن بنائی جائیں، آزادانہ طور پر شہوت رانی کرنے والی نہ ہوں اور نہ ہی خفیہ طور پر ناجائز آشنائیاں کرنے والی ہوں''۔

یہ دونوں آیتیں مرد وعورت ہر ایک کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ نکاح کا مقصد عفت و پاکدامنی حاصل کرنا ہو، ان دونوں کا مزاج بھی پاکدامنی والا ہو، کھلے طور پر غیر شرعی طریقہ سے شہوت پوری کرنے سے بچنے والے ہوں، اسی کے ساتھ چھپ کر اور خفیہ طور سے دوسروں سے دوستی اور تعلقات نبھانے والے نہ ہوں۔آیت کے آخری ٹکڑے میں صاف طور سے چھپے اور خفیہ طور سے آشنائی کرنے اور دوستی نبھانے پر تنبیہ کی گئی ہے۔

يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِنَ النِّسَآءِ اِنِ

اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. (سورۃ الأحزاب:۳۲)

''اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، لہٰذا تم نرمی کے ساتھ بات نہ کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں بیماری ہو اور وہ بات کہو جو بھلائی والی ہو''۔

گرچہ یہ آیت خاص طور سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں ہے لیکن حکم عام ہے، اس میں اجنبی مردوں سے بات چیت کرنے میں لچک اور نرمی اختیار کرنے سے صاف طور پر منع کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اس کا نقصان بڑا ہے، نرمی اور لطافت کی وجہ سے دل میں محبت اور تعلقات کی حرص جاگنے لگے گی اور پھر بے حیائی اور غلط تعلقات پیدا ہو جائیں گے۔

ان آیات کے علاوہ سورہ نور کی آیت نمبر ۳۱-۳۲ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، ایسا کرنا سب کے لیے بہتر ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: "لا يخلون رجل بامرأة ولا تسافرن امرأة إلا ومعها محرم". (رواہ البخاری: ۱/۴۲۱، کتاب الجهاد، باب من اكتتب في جيش الخ، مکتبہ زکریا دیوبند)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تنہائی میں ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے پاس نہ جائے اور نہ ہی تنہا کوئی عورت سفر کرے، الا یہ کہ کوئی محرم مرد اس کے ساتھ ہو''۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب کوئی مرد تنہائی میں عورت سے ملتا ہے تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اب جب تیسرا شیطان ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ گناہ کی طرف ہی لے جائے گا اور بے حیائی کو فروغ دینے کی کوشش کرے گا۔

عن عمر رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: "ألا لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". (رواہ الترمذی: ۲/۳۹، أبواب الفتن، باب في لزوم الجماعة، مکتبہ زکریا دیوبند)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ ''سنو! ہرگز کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے، اگر وہ ملتا ہے تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے''۔

شریعت میں اجنبی اور غیر محرم عورتوں سے ملاقات کی صاف لفظوں میں ممانعت کی گئی ہے، یہاں تک کہ ایک حدیث میں ''دیور'' سے بھی ملنے کی ممانعت ہے؛ کیوں کہ وہ بھی اجنبی ہے، جب کہ مشترکہ خاندانی نظام میں دیور سے سامنا ہونا عام سی بات ہے اور رشتہ میں ہونے کی وجہ سے بسا اوقات خدشات کا امکان کم ہوسکتا ہے، مگر پھر بھی آنے سے منع فرمایا گیا اور ارشاد فرمایا گیا کہ ''دیور'' تو موت ہے، یعنی اس سے ہر حال میں بچنا لازم ہے، جیسے موت کو ناپسند کیا جاتا ہے ایسے ہی دیور سے ملنے کو ناپسند کرنا چاہیے۔

عن عقبة بن عامر رضي ا؟ عنه أن رسول الله ﷺ قال: إياكم والدخول على النساء، فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت. (رواہ البخاری: ۲/۷۸۷، کتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة، مکتبہ زکریا دیوبند)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم عورتوں کے پاس

(تنہائی میں) جانے سے بچو، اس پر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا کہ "دیور" کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ "حمو" کا لفظ ہے، جس کے معنی شوہر کے بھائی یعنی "دیور" کے آتے ہیں، لیکن اس میں دوسرے رشتہ دار بھی داخل ہیں جو غیر محرم اور اجنبی ہیں، ان سے بھی عورت کے لیے احتیاط لازم ہے۔ اسی طرح ایسے افراد کے لیے لازم ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں سے دوری اور احتیاط رکھیں۔

مسلم شریف میں اس روایت کے بعد ہے کہ حضرت لیث بن سعد سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے فرمایا کہ "حمو" شوہر کا بھائی اور شوہر کے دیگر رشتہ دار جیسے چچازاد بھائی وغیرہ ہیں۔

عن ابن وهب قال: سمعت الليث بن سعد يقول: الحمو أخو الزوج وما أشبهه من أقارب الزوج ابن العم ونحوه. (مسلم:۲/۲۱۶، کتاب السلام، باب تحریم الخلوۃ بالأجنبیۃ والدخول علیہا، مکتبہ زکریا دیوبند)

اسباب کا تجزیہ اور حل

جیسا کہ اوپر لکھا گیا کہ یہ وبا اور فیشن لڑکوں اور لڑکیوں دونوں میں ہے، صرف معاملہ ایک طرف سے نہیں ہے، اس لیے اس کے اسباب مجموعی حیثیت سے کئی ایک ہو سکتے ہیں، اگر ان اسباب کا تدارک کر لیا جائے تو اس بلا پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ اسباب اور حل پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

(۱) بے دینی کا مزاج:

ایک مسلمان قرآن و حدیث اور خدا و رسول کے حکم کا پابند ہوتا ہے، وہ جانوروں کی طرح آزاد نہیں ہوتا ہے؛ بل کہ اس کی زندگی کا ہر شعبہ دین کے تابع ہوتا ہے، مگر اب یہ صورت حال عام مسلمانوں سے نکلتی جا رہی ہے؛ جس کا نتیجہ بے دینی کی صورت میں ظاہر ہے، جس کو جو سمجھ میں آئے وہ کر لیتا ہے، نہ اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ خدا کا حکم کیا ہے اور رسول کی سنت کیا ہے؟ آیا اس کا کرنا درست ہے یا پھر ناجائز ہے، یہ مزاج نئی نسل میں تیزی سے بڑھ رہا ہے، جس کی وجہ سے بے دینی عام ہے۔

اس کا حل یہی ہے کہ ہر سطح پر دینی مزاج کو عام کرنے کی کوشش کی جائے، یہ بتایا کہ مسلمان خدا اور رسول کے حکموں کا پابند ہوتا ہے، اس کے لیے چھوٹے بڑے پروگراموں کا انعقاد کیا جائے، مساجد کو دینی تربیت کی جگہ کے طور پر استعمال کیا جائے، گھروں میں خواتین کی تربیتی نشستیں ہوں، بچوں کو بھی ساتھ بیٹھایا جائے اور ہر ممکن طور پر دینی مزاج کے فروغ کی کوشش کی جائے، اگر اس طرح دینی مزاج کو فروغ دے دیا جائے تو اس سبب کا تدارک کیا جا سکتا ہے؛ کیوں ایسی صورت میں ہر مسلمان کوئی بھی کام کرنے سے پہلے یہ دیکھے گا کہ خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟ اور پھر گناہوں سے بچنا آسان ہوگا، یہی مزاج حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا۔

(۲) والدین کی بے توجہی:

اس بے راہ روی کا ایک بڑا سبب والدین کی بے توجہی اور ان کی غفلت ہے، والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کو تعلیم دیں، ان کو ادب سکھائیں اور ان کی دینی تربیت کریں۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ والد کا سب سے بہترین تحفہ اولاد کے لیے "حسن ادب" ہے۔ (ترمذی شریف) اگر والدین اس معاملے میں کوتاہ ہوں گے تو اولاد

کی دینی تربیت کیسے ہوگی؟ پھران میں غلط عادتیں بہت جلدی جڑ پکڑلیں گی، جن کی وجہ سے اولاد دینی اصولوں سے منحرف ہو جائے گی۔ آج کل اولاد کی بے راہ روی کے اسباب میں یہ بہت اہم سبب ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد پر نظر رکھیں، ان کو تعلیم کے ساتھ دینی تربیت دیں، اچھی باتیں سکھائیں اور غلط باتوں سے بچانے کی کوشش کریں۔قرآن کریم کی سورہ تحریم کے اندرارشادفرمایا گیا ہے کہ خودکواوراپنی اولادکوجہنم کی آگ سے بچاؤ۔یعنی خود بھی اچھے اعمال کرواوراپنی اولاد سے بھی کراؤ، خود بھی گناہ سے بچواوران کو بھی بچاؤ، جب والدین میں فکر ہوگی تواس کا مثبت اثراولاد پر پڑے گا۔

(۳) آزادانہ تعلیمی نظام:

اس بے راہ روی کاایک بڑاسبب آزادانہ تعلیمی نظام ہے، چاہے وہ مخلوط نظام ہو یاغیر مخلوط ہو، آج تعلیم کے نام پراولادکو آزادکرنے کا مزاج عام ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے ان کے اندر مذہب سے بھی آزادی پیدا ہونے لگتی ہے، وہ دینی ماحول ومعاشرہ سے الگ ہونے لگتے ہیں اور پھران سب خرافات میں لگ کر غلط رخ پر چلنے لگتے ہیں۔آج ایسے واقعات معاشرے میں سننے میں آتے ہیں کہ اولاد نے تعلیم کے نام پر دینی اصولوں کوکنارے لگادیا، اسے اب نہ شریعت سے مطلب ہے اور نہ خداورسول کے حکم سے، وہ بس نفس کا پجاری بن گیا ہے اورکواہش نفس کے مطابق ہی سارا کام کررہا ہے۔

اس کا حل یہ ہے اولادکوتعلیم دی جائے مگران کی فکر رکھی جائے، ان کوتعلیم کے نام پرآزادنہ کیاجائے اوران کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے، اگر کچھ غلط اور نامناسب لگے تو اچھے انداز سے تنبیہ کی جائے اوران کوروکنے کی کوشش کی جائے۔

(۴) موبائل اور انٹرنیٹ کاغلط استعمال:

آج موبائل اور انٹرنیٹ کا استعمال عام ہے، ہر کسی کے ہاتھ میں موبائل ہے، موبائل گرچہ بذات خود غلط نہیں ہے؛ مگراس میں فحش مواد، غلط ترسیلات اور بے حیائی پر مشتمل امور کی کثرت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے استعمال کرنے والا خودکوآسانی سے بچانہیں پاتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد کی پرورش غلط ماحول اور بے دینی والے مزاج میں ہونے لگتی ہے اور پھرآہستہ آہستہ وہی غلط چیزیں عادت بن جاتی ہیں، جن سے بچنابہت مشکل ہوتا ہے۔

حل یہ ہے کہ اولادکو بتایا جائے کہ موبائل اورانٹرنیٹ ضرورت اور فائدے کے لیے ہے، ان کوصرف اچھے مقاصد میں استعمال کیاجائے، اولادکوبتایاجائے کہ اس میں اتنازیادہ مصروف ہونا جس سے وقت اور صحت برباد ہونے لگے غلط ہے، اسی طرح ان کے موبائل اور انٹرنیٹ کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے رہنا بھی چاہئے اورکوشش کرنا چاہیے کہ وہ غلط رخ پرموبائل کا استعمال کرنے سے بچیں۔آج کل موبائل میں ایسے ایپ آتے ہیں جن کے ذریعہ اولاد کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاسکتا ہے اور بعض سیٹنگوں کے ذریعہ غلط موادتک پہنچنے سے ان کوروکا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کچھ اسباب ہوسکتے ہیں، مگر یہ اسباب عمومی اور صورت حال کو سمیٹے ہوئے ہیں، یہاں اسباب کے ساتھ حل بھی اس امید پر پیش کیا گیا ہے کہ ہم اس نہج اور رخ پرکام کرنے کی کوشش کریں اور معاشرے کوایک بہترین صالح معاشرہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔اللہ تعالی ہم سب کوتوفیق عطافرمائے۔آمین

☆☆☆

سعدیہ فاطمہ عبدالخالق-ناندیڑمہاراشٹر

اے خدا صرف ایک عہدِ وفا اب بھی کہاں باقی ہے

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور ساری نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں، ہر دور میں ایمان والوں کے لئے ایک کتاب اور ایک رسول بھیجا گیا ہے، جس نے ان باتوں کو سمجھ کر اپنے اندر سمو لیا اس نے دونوں جہانوں کو اپنے لئے کامیاب کرلیا، ہمارے آخری نبی پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہمارے لئے ایک باعث رحمت ہے، اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جسے کسی زبان سے، رنگ و نسل یا لسانی گروہ سے وابستہ نہیں کیا جاسکتا یا کسی جغرافیائی گروہ سے، جیسے ایشیائی، افریقی، یورپی گروہ۔۔۔۔۔، بلکہ وہ سارے انسانوں کا مذہب ہے ساری انسانیت اس کی مرہونِ منت ہیں، قرآن مجید میں الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے،، (سورت الحجرات:13) اسلام ایسے تمام تصورات کی نفی کرتا ہے جو انسانوں کے درمیان رنگ، نسل، ذات قوم وغیرہ کی بنیاد پر تفریق کرتے ہیں، اسلام کا پیغام وحدت انسانی کا پیغام ہے، وہ اس حقیقت کو ماننے کی دعوت دیتا ہے کہ سارے انسان ایک خدا کی مخلوق اور بندے ہیں اور ایک مرد اور عورت کی اولاد اور آپس میں بھائی بھائی ہیں،

لیکن آج ہم 1447ھ کے جس دور سے گذر رہے ہیں اس کی تلخ حقیقت سے بخوبی سب واقف ہیں کہ اس وقت عالم اسلام ایک عجیب اضطراب اور بے چینی کے دور سے گزر رہا ہے قتل وغارت گری، دنگے فساد معیشت کی تباہی تعلیم سے محرومی اور بے شمار مسائل مسلمانوں کا مقدر بن چکے ہیں ایسے ماحول میں وطن عزیز ہندوستان میں مسلمانوں کو امن وسکون اور اطمینان کا ماحول میسر نہیں ہے، عالمی سطح پر صیہونی طاقتیں اور اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کو تباہی سے دوچار کرنے کے درپے ہیں آج ہم غلامی و ذلت، پستی اور خوف کا شکار ہیں اور اس خوف کے نتیجے میں تارک الدنیا ہو رہے ہیں، یہ سب خُدائے کاملہ کی رحمت کاملہ پر بھروسہ نہ ہونے کا نتیجہ ہے، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ جب بھی حالات نامساعد ہوں اور ہمارے خلاف جا رہے ہوں تو ہماری نجات اور ہماری بقاء وہ ترقی کا دارومدار صرف اور صرف قرآن اور سنت پر عمل آوری میں پنہاں ہے اس سے ہٹ کر کوئی اور راستہ نہیں ہے اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں ہمارے تمام مسائل کا حل ہے اس میں زندگی گزارنے کا طریقہ ہے ایک ایک عمل کی تفصیل ہے، ایک قابل غور بات یہ ہے کہ روز ازل سے آج تک انسان کشت وخون کا مرتکب ہوتا جارہا ہے آدم کی تخلیق پر فرشتوں کا یہ کہنا کہ وہ خون بہائے گا اور خداوند قدوس کا اس اعتراض کی تردید نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ دعویٰ امن پسندی اور امن دوستی کے باوجود انسان ایک دوسرے کا خون بہاتا رہا

ہے ہر دور اور ہر زمانے میں قوم اپنے وجود کی کھیتی کو سیراب کرنے کے لئے خون دیتی رہی ہیں لیکن ہم نے من حیث القوم دوسروں کی حفاظت قبول کر کے اپنے اپ کو جھوٹے امن کا عادی بنا لیا ہے، یہ بات واضح ہے کہ ملک میں مسلمانوں کو مٹانے یا انہیں ملک سے نکال دینے کی منظم مساعی فرقہ پرست کر رہے ہیں اسی ذہن میں ہزاروں سال سے کروڑوں انسانوں کو اچھوت بنا کر جانوروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور کیا وہ اسی تجربے کو نہ صرف دہرانا چاہتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک ہندوستان ہندوؤں کا ہے اور ہندو سے مراد اعلیٰ ذات کے لوگ ہیں ان میں نہ اچھوت شامل ہیں نہ دیگر اقلیتوں کا کوئی مقام ہے ہم جانتے ہیں کہ آج حملے کا رخ مسلمانوں کی طرف ہے، غرض ان تمام محاذوں پر مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے، ہمارے برادران وطن کے پاس اتنے خدا ہیں اور اتنی ذاتیں ہیں کہ جن کا شمار نہیں، وہ کروڑوں خداؤں کو پوجنے کے باوجود متحد ہیں، اور یہ ہم ہی ہیں جو ان کو متحد رکھے ہوئے ہیں، موجودہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلام نے ہم کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا ہے اسلام ہم کو سکھاتا ہے کہ ہم حالات کا کس طرح مقابلہ کریں یہ بات ہم پر اس وقت روشن ہوگی جب ہمارے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے لبریز ہوں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہم کو ہماری جان و مال سے ہمارے ماں باپ سے ہماری اولاد سے ہمارے کاروبار سے اور ہماری عزتوں سے زیادہ پیاری نہ ہو ضرورت ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے رہیں، امت مسلمہ اس وقت اختلاف وانتشار اور آپسی دشمنی کی جس صورتحال سے دو چار ہے ویسی صورتحال ساڑھے چودہ سو (1450) سال کی تاریخ میں کبھی پیش نہیں آئی یہ اپنے وقت کا بدترین سانحہ ہے اور اس صورتحال سے کس طرح نمٹنا ہے اس پر کوئی غور نہیں کر رہا ہے عام طور پر سماج میں ایسی کوششیں ہوتی ہیں کہ سماج کو متحد و متفق رکھنے کے لئے کوششیں کی جائیں اور عام طور پر ایسی کوششوں کو سماج کے افراد کی تائید وہ حمایت بھی حاصل ہو جاتی ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے مسلم سماج میں ایسی کسی بھی کوشش کا نہ صرف فقدان ہے بلکہ ملت میں اتحاد کی بات کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی کمزوریوں کو لوگوں کی نظروں سے دور اور محفوظ رکھے لیکن کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ ہم انفرادی طور پر تو اپنی کمزوریاں چھپاتے ہیں لیکن ایک قوم کی حیثیت سے ہم اپنی کمزوریوں کو اور اپنے اختلافات کو بانگ دہل اچھالتے ہیں، جس بات سے فائدہ اٹھا کر یہ مسلمانوں کے تشخص کو ختم کرنے کی کوشش کرتے آرہے ہیں، کبھی مسلم پرسنل لاء بورڈ میں دخل اندازی، کچھ نہیں تو غذائی عادات واطوار کے معاملے میں بیف کو نشانہ بنانا، نوجوانوں پر الزامات، تعلیم کے شعبے میں ناانصافی، نابالغ لڑکیوں کے ریپ کیسیس، موب لانچنگ، حجاب پر پابندی، بلڈوزر، غرض ان تمام محاذوں پر مسلمانوں کو پریشان کیا جارہا ہے۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہم اب اس منزل میں ہیں جہاں افراد ملت فکر و عمل سے اس بری طرح محروم ہو رہے ہیں کہ اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، ہماری قوم کے لیے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ دیانت دارانہ قیادت پیدا کی جائے سینکڑوں ہزاروں کارکن پیدا کیے جائیں اس کے لیے

نوجوانوں کی تربیت بے حد ضروری ہے ہم کو آرزومند لیڈر اور جوشیلے کارکن تو مل جائیں گے لیکن ہمارا مشاہدہ گواہ ہے کہ چند ہمارے قومی کارکنوں کی بڑی تعداد نا قابل بھروسہ اور خودغرض اور مفاد پرست ثابت ہوئی کوئی معاشی فلاح اور دینی تعلیم کا کام، قومی سدھار سماجی بہتری کا اقدام بغیر دیانت دار اور مخلص کارکنوں کے کامیاب نہیں ہوسکتا اور اس نقطہ نظر سے ہماری قوم میں موضوع آدمیوں کا قحط ہے، موجودہ آزمائشی حالات میں مسلمانوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے عقیدہ توحید کو مضبوط بناتے ہوئے ہم کو دین پر مکمل عمل کرنا ہے اور دوسروں کی خواہشات کی پیروی میں اپنے دین کو اپنی روایات کو اپنی شریعت کو چھوڑنا نہیں ہے ایسی اختلافات کو کم کرتے ہوئے باہمی اتحاد کو مضبوط بنانا ہے اللہ کی ذات ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو ہمارا یقین وہ بھروسہ صرف اللہ پر ہی ہونا چاہیے ہم کو کسی سے ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ہم خود پر اعتماد کرنا سیکھیں اس سے ہم دنیا کی چال بازیوں اور مکاریوں سے بچ سکیں گے اور اس طرح ہم کو اپنی ذات اور اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنے کا فن آجائے گا اور یہ جذبہ کامیابی کے لیے مادی و مالی وسائل سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے ہم کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے اللہ ہمارا مونس وغم خوار ہے اور ہدایت ہماری ہم رکاب ہے کامیابی ایک دن حق وصداقت کی ہی ہوگی، انسان ایک سماجی حیوان ہے، اور اپنی بہت سی ضرورتوں کے لئے طرح طرح کی اجتماعی شکلیں اختیار کرنے پر مجبور ہے، ہر اجتماعی ہیئت وفاداری چاہتی ہے، اور جب آدمی اس سے وفاداری کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اس کے تئیں محبت بھی اس کے دل میں فطری طور پر پیدا ہوجاتی ہے۔

وفاداری وابستگی یا محبت دوصورتوں میں جرم بنے گی اس کی وضاحت بھی ہم کو نصوص میں ملتی ہے ایک تو اس وقت جب یہ فطری محبت یا وابستگی احساس برتری کا ذریعہ بنے اور آدمی دوسری قوموں کو حقیر سمجھنے لگے اور دوسرے اس وقت جب ناانصافی اور ظلم میں قوم کا ساتھ دیا جائے، عوامی دائرہ سماجی زندگی کا وہ حصہ ہے جس میں افراد ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں، (ماخوذ) انسان نے جہاں افراد کے حقوق کو تسلیم کیا ہے وہیں اقلیتوں اور تہذیبی گروہوں کے حقوق بھی تسلیم کیے ہیں اس تصور کا عملی نمونہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے، اہم مسئلہ تو سماجی معاشی یا تعلیمی لحاظ سے پسماندہ گروہوں کی ترقی کا مسئلہ ہے، ہم جتنا اس پر زیر بحث رہیں گے یہ اتنی گہرائی میں لے جاکر آئینہ بتائے گا، اب بھی وقت ہیں ہم اللہ سے جڑ کر اپنے لئے صحیح راستے کا انتخاب کرلیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے جس وفا کا عہد بتایا ہے کیا ہم اس پر جمے ہوئے ہیں، ہم سے تو صرف ایک عہد ہی تو کرایا گیا کہ واحد لاشریک کی ذات ہی وفا کے لئے بنی ہیں، ہم نے اپنے مفاد کے لئے وفا کو بھول گئے عہد کے گن گاتے پھرتے ہیں لیکن عمل ندارد، جس کا لوگ فائیدہ اٹھارہے ہیں، ان شاءاللہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے عہد پر ہم ضرور سچ ثابت ہونے کی کوشش کریں گے اور دونوں جہان پانے کی امید رکھیں گے۔

اللہ ہمیں اپنی وفا کے لئے ثابت قدمی عطاء فرمائے۔

اللہ ہمارے علم وعمل کو قبول فرمائے، آمین۔

☆☆☆

اردو زبان وادب تاریخ وتنقید
ایک اجمالی جائزہ

ماہنامہ صدائے شبلی میں ہر ماہ ادارے کی طرف سے کتاب پر تبصرہ کیا جائے گا، اس لئے مصنفین، مولفین اور مرتبین سے گزارش ہے کہ وہ تبصرے کے لئے دو عدد کتابیں ضرور ارسال کریں۔ (ادارہ)

تبصرہ نگار: محمد شاهد الاعظمی

نام کتاب: ''اردو زبان وادب تاریخ وتنقید''

مؤلف: پروفیسر محمد طاہر صاحب، صدر شعبۂ اردو شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ

تبصرہ نگار: محمد شاہد الاعظمی، ایم اے اردو شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ

اس وقت ہمارے سامنے ہمارے انتہائی مشفق ومربی اور قابل صد احترام استاذ جناب پروفیسر محمد طاہر صاحب، صدر شعبۂ اردو شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ کی اہم ترین کتاب "اردو زبان وادب تاریخ وتنقید" ہے، مطالعہ کے دوران بار بار یہ داعیہ پیدا ہوا کہ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں چند بنیادی باتیں سپرد قلم کی جائیں، ہمیں احساس ہے کہ صاحب کتاب اہل علم وفن کے یہاں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، اور نہ میری اس بے ربط تحریر سے کتاب کی اہمیت وعظمت میں اضافہ ہوگا اور نہ ہی صاحب کتاب کی عزت ووقار اور شہرت وناموری میں ہی کچھ مزید اضافہ ہوگا، تاہم مجھ جیسے کم مایہ شاگرد کے لئے اپنے مشفق استاذ کی کتاب پر چند تعارفی کلمات لکھنا جہاں ایک طرف شرف وسعادت کا باعث ہوگا وہیں دوسری طرف تشنگان علم وفن اور ادبی ذوق کے حاملین کے لئے اس کتاب کے بارے میں مزید واقفیت کا ذریعہ ہوگا۔

کچھ استاذ محترم کے بارے میں:

جناب پروفیسر محمد طاہر صاحب اردو زبان وادب کے ممتاز اسکالر، کہنہ مشق نقاد، محقق اور ماہر تعلیم ہیں، آپ کا تعلق

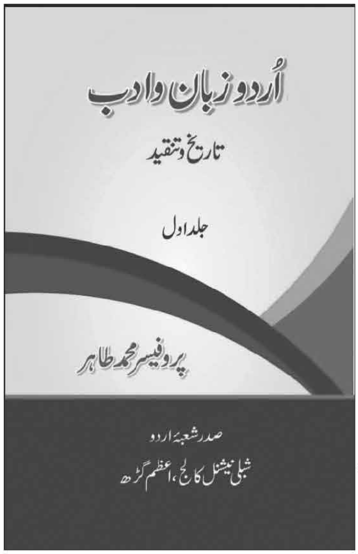

گہوارۂ علم وادب شہر اعظم گڑھ یوپی کے معروف ادارے شبلی نیشنل کالج سے ہے۔ آپ کی علمی، تحقیقی اور تنقیدی خدمات اردو زبان و ادب کے مختلف شعبوں میں نہایت وقیع، قابل قدر، اعلی، مثالی اور نموذجی ہیں۔

پروفیسر صاحب نے اردو ادب کی تدریس اور تحقیق کو اپنا شعار و دثار بنایا، اردو تنقید، تاریخ وادب، شعر وسخن اور تحقیق و تدوین جیسے دقیق وباریک موضوعات پر آپ کی عمیق نظر قابل صد رشک ہے، آپ کی تنقیدی بصیرت، ادبی فہم اور تحقیقی انداز میں جہاں اعتدال وتوازن پایا جاتا ہے، وہیں زبردست گیرائی وگہرائی پائی جاتی ہے۔

اردو ادب کے مختلف گوشوں پر ان کی تحقیقی تحریریں ادبی حلقوں میں بہت وقیع ہوا کرتی ہیں۔

اقبال، غالب، حالی اور میر وغیرہ کے اشعار نوک زبان رہتے ہیں اور برجستہ وبرمحل اس طرح استعمال ہوتے ہیں گو

یا کہ اسی مناسبت سے کہے گئے ہوں۔

آپ نے اردو تنقید و تاریخ کے حوالے سے کئی اہم موضوعات پر لیکچرز، مقالات اور ریسرچ گائیڈنس فراہم کی ہیں۔

آپ کی تحریروں کا اسلوب نہایت شستہ، رواں، علمی و تحقیقی نوعیت کا ہوتا ہے، جس میں تاریخی شعور اور معروضیت نمایاں ہوتی ہے۔

آپ نے ادب کو صرف جمالیات نہیں، بلکہ ایک سماجی، فکری اور تہذیبی مظہر کے طور پر برتا ہے۔

شبلی نیشنل کالج جیسے معروف تاریخی ادارے میں بطور پروفیسر تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے آپ نے کئی نسلوں کو اردو ادب کی باریکیوں سے روشناس کرایا ہے، آپ کے شاگرد نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک بھی اردو کے فروغ میں مصروف عمل ہیں۔

آپ طلبہ وطالبات کو تحقیقی اصول وضوابط سکھانے اور ان کی صلاحیت وقابلیت کو نکھارنے میں بھی خاص دل چسپی رکھتے ہیں۔

مختلف سیمیناروں، کانفرنس وں، اور ادبی نشستوں میں بیش قیمت مقالے پیش کرتے ہیں۔

الغرض پروفیسر محمد طاہر صاحب اردو ادب کی علمی دنیا کا ایک معتبر نام ہیں۔ آپ کی شخصیت تدریس، تحقیق، تنقید اور تعلیم وتربیت کا حسین امتزاج ہے۔ آپ نئی نسل کے لیے علم وادب کا ایک مشعل راہ ہیں اور اردو زبان وادب کے روشن مستقبل کی ایک مضبوط بنیاد۔

اسی کے ساتھ آپ معاشرے کو صاف ستھرا بنانے اور اسلامی اقدار و روایات کو زندہ وتابندہ کرنے کے لیے حد درجہ فکرمند رہتے ہیں، جس کا اندازہ آپ کے ایک انٹرویو کے مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں آپ نے کہا کہ:

''امہات المومنین کی حیاتِ مبارکہ کو متعارف کرانا میری زندگی کا مقصد ہے۔ سماج میں جو برائیاں پھیل رہی ہیں اس کے لئے ذمہ دار مرد اور عورت دونوں ہیں۔ لیکن میرا ماننا ہے کہ خواتین کی تربیت پہ توجہ کی آج خاص اور سخت ضرورت ہے، گھر کا سارا نظام انھیں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، اس لئے اگر وہ بچے بچیوں کی صحیح تربیت دیں اور گھر میں دینی ماحول کی فضا کو برقرار رکھیں، حرام وحلال کی تمیز، صوم وصلاۃ کی پابندی، صحیح غلط کا امتیاز، اور اپنے بچوں کی نگہ داشت پہ مکمل توجہ دیں تو بہت کچھ بدل سکتا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویاں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کی زندگی ایسی ہے جو آئیڈیل کہی جائے۔ مسلم خواتین اس کی خوشبو پالیں تو گھر، سماج اور یہ دنیا جنت بن جائے۔ افسوس کی بات ہے کہ ہماری بچیاں دینی ماحول سے دور رہتی ہیں، اس لئے وہ آسانی سے شکار ہوجاتی ہیں، کچھ قصور ہمارا بھی ہے، ہم پندرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی فیصلہ نہیں کر پائے کہ بچیوں کو تعلیم یافتہ بنانا ہے یا جہالت کے اندھیرے میں رکھنا ہے؟ علم کی بے قدری دین سے دوری کا باعث ہے۔ یہ قوم شادی بیاہ کی رسمیں، فضول خرچی، خرافات اور فخر ومباحات میں مبتلا طرح طرح کے مسائل میں جکڑ گئی ہے، اسی کے پیش نظر میں نے چھ سال مسلسل اپنے کالج گراؤنڈ میں سیرت امہات المومنین کے موضوع پر انٹرنیشنل سیمینار کروائے اور کئی کتابیں شائع کروائیں تا کہ لوگوں میں بیداری آئے۔ یہی میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہے کہ سیرت صحابیات کو مسلم خواتین اپنالیں اور میری یہ کوشش تحریک کی شکل اختیار کرلے''۔

آپ سے سوال گیا کہ آپ کی اب تک کی زندگی کا مقصد کیا رہا؟

تو آپ نے نہایت جچے تلے جملوں میں مقصد زندگی پر اتنی جامع گفتگو کی کہ اس میں با مقصد زندگی گزارنے کے تمام پہلو پورے طور پر جلوہ فگن نظر آتے ہیں، آپ نے کہا کہ:

''زندگی کا ہر پل ایک نعمت ہے اور بیش قیمتی ہے جس کی قدر ہونی چاہئے۔ زندگی کا کوئی پل یونہی نہیں گزرنا چاہئے بلکہ روزانہ اس کا احتساب ہونا چاہئے کہ آج ہم نے کیا کھویا کیا پایا۔ کہا جاتا ہے کہ خواب وہ نہیں ہوتے جو سونے کے بعد دیکھے جاتے ہیں بلکہ اصل خواب وہ ہوتے ہیں جو آپ کو سونے نہ دیں۔ کھلی آنکھ سے خواب دیکھنا اور پھر اس کی تعبیر میں جٹ جانا یہی زندگی کا مقصد ہے، خود بیدار رہنا اور دوسروں کو بیدار رکھنے کی کوشش کرنا بھی زندگی کے مقاصد میں سے ہے، نیکیاں اتنی کریں کہ بائیں کندھے پر بیٹھے ہوئے فرشتے کو بھی نیند آنے لگے، بے داغ کردار، بہترین اخلاق اور لبوں پہ تبسم کے ساتھ زندگی کے ہر لمحے کا استقبال کرنا چاہئے یہی زندگی کا مقصد ہے''۔

کچھ کتاب کے بارے میں:

آپ کی اب تک بیس کے قریب کتابیں تحقیق، تالیف اور ترتیب کے ساتھ منظرعام پر آچکی ہیں، جیسے ''سیرت امہات المومنین''، ''مومنوں کی مائیں''، ''صحابیات طیبات''، ''نصاب اردو''، ''طلاق''، ''مشتاق احمد یوسفی کی ادبی خدمات'' اور ''سوشل میڈیا اور اردو زبان وادب'' وغیرہ۔

زیر تعارف کتاب ''اردو زبان وادب: تاریخ وتنقید'' میں اردو ادب کے تمام اہم موضوعات (زبان: تعریف وتعارف، اردو زبان کا عہد بہ عہد ارتقاء، ترجمہ: فن اور روایت، اردو صحافت: آغاز و ارتقاء، سوانح نگاری: فن اور روایت، خود نوشت: فن اور روایت، اردو خاکہ نگاری، اردو مکتوب نگاری، داستان، اردو افسانہ، مضمون نگاری، اسی طرح قصیدہ نگاری، مثنوی نگاری، مرثیہ نگاری اور غزل گوئی) کا مکمل احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ کتاب اردو ادب کا عطر اور نچوڑ ہے، جسے ہزاروں کتب ورسائل سے استفادہ کرکے گویا دریا کو کوزہ میں بند کردیا گیا ہے اور ان گنت لیل ونہار قربان کرکے اردو ادب کی تاریخ پر یہ کتاب ڈیڑھ ہزار صفحات میں رقم کی گئی ہے، جس کا ہر لفظ قابل قدر، ہر جملہ موتی، ہر اسلوب جداگانہ حیثیت کا حامل، ہر مضمون اہم اور ہر سطر قابل اعتبار واستناد ہے۔

استاذ محترم اس کتاب سے متعلق صریر خامہ میں رقم طراز ہیں:

''اردو ادب کی عمر بہت طویل نہیں، اس کے باوجود یہ ایک بحر بیکراں کی طرح ہے، اس کتاب میں اردو ادب کے تمام اہم موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن کسی ایک کتاب میں تمام موضوعات کو سمیٹنا دریا کو کوزے میں بند کرنے جیسا ہے، پھر بھی ہم نے ادب کے تمام اہم مباحث کو اس کتاب میں شامل کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے، یہ کتاب ایک نوع سے اردو ادب کا عطر ہے جس طرح پھولوں کے ڈھیر سے تھوڑی سی مقدار میں عطر کشید کی جاتی ہے، ویسے ہی اس کتاب کی تیاری میں سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ اور زیادہ کتب ورسائل سے استفادہ کیا گیا ہے، مواد کا حصول جہاں جہاں سے ممکن ہوا ہے اسے حاصل کرلیا گیا ہے، لیکن اسے دانستہ طور پر مخفی بھی رکھا گیا ہے، اور مکمل حوالے نہیں دیئے گئے ہیں کہ کچھ محنت آپ کے ذمے بھی رہے۔

ہر موضوع پر مواد کو آسان اور اپنی زبان میں اس طرح پیش کیا ہے کہ مطالعہ کے بعد تشنگی باقی نہ رہے، بہت جاں فشانی اور عرق ریزی کے بعد یہ منزل آئی ہے کہ اس ایک کتاب کی

تیاری کی خاطر اتنی کثیر کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں کہ آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہوگئی ہے، اس کا صلہ یہی ہے کہ آپ اسے از اول تا آخر سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیجئے، اس یقین کے ساتھ کہ مطالعہ کے بعد آپ اردو زبان وادب کی مبادیات سے باخبر ہو جائیں گے، ادب کا مطالعہ سنجیدگی اور عشق کے ساتھ کیا جانا ضروری ہے، ایسا عشق جس کے متعلق خلیل الرحمٰن اعظمی نے اشارہ کیا تھا کہ:

ہوتی نہیں ہے یوں ہی ادا یہ نماز عشق
یاں شرط ہے کہ اپنے لہو سے وضو کرو

مندرجہ بالا اقتباس سے عیاں ہوتا ہے کہ صاحب کتاب نے اس کتاب کے جمع وترتیب میں انتھک محنت کی ہے اور اس تعلق سے تمام اہم اور بنیادی مواد کی تلاش وجستجو میں اس درجہ سعی پیہم کی ہے کہ موضوع کا ہر ممکن احاطہ آسان ہو گیا ہے، اور کتاب اپنی اہمیت وجامعیت کے لحاظ اس درجہ اعلیٰ معیار پہ پہنچ گئی ہے کہ اصحاب فکر ونظر کو دعوت مطالعہ دیتی ہے اور باذوق قارئین کا دامن دل اپنی طرف بے ساختہ کھینچتی ہے، یہ ایک روشن حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ یہ کتاب اپنے ادبی محاسن کے حوالے سے نہایت جامع اور وقیع ہے، تاہم ذوقی اختلاف کے زیر اثر کچھ باتوں کے اظہار کی پھر بھی گنجائش باقی رہتی ہے، مثلاً آپ نے لکھا ہے کہ:

"مواد کا حصول جہاں جہاں سے ممکن ہوا ہے اسے حاصل کر لیا گیا ہے، لیکن اسے دانستہ طور پر مخفی بھی رکھا گیا ہے، اور مکمل حوالے نہیں دیئے گئے ہیں کہ کچھ محنت آپ کے ذمے بھی رہے"۔

یہ درست ہے کہ استاد محترم نے ایک نیک جذبے کے تحت حوالہ جات کو مخفی رکھا ہے تا کہ نسل نو کو محنت کرنے اور اصل حوالہ جات تک رسائی حاصل کرنے کی مشق ہو سکے، بلاشبہ اس کا یہ افادی پہلو ہے جسے آپ نے اپنے تدریسی وتحقیقی طویل تجربے کی روشنی میں مفید جانا اور اس پر عمل پیرا ہوئے، لیکن اولاً تو موجودہ تحقیقی مزاج کے اعتبار سے حوالہ جات کے ذریعہ ہی باتوں میں وزن پیدا ہوتا ہے، ثانیاً: ہم جیسے میدان علم وادب کے نو آموز طالب علموں کو اس عظیم سرمایہ سے محرومی کا احساس ہوتا ہے کہ کاش وہ حوالہ جات بھی منظر عام پر آ گئے ہوتے تو ان تک رسائی آسان اور ان سے استفادہ ممکن ہوتا۔

صاحب کتاب کے یہاں ادبی حسن، فکری توازن اور لسانی چابکدستی کا امتزاج ایسا ہے کہ قاری ہر صفحے پر نہ صرف ایک علمی لذت محسوس کرتا ہے بلکہ ایک روحانی طمانینت سے بھی ہمکنار رہتا ہے۔

اس کتاب کا ظاہری حسن بھی باطن کی لطافت کا ترجمان ہے۔ رنگین طباعت، نفیس ٹائٹل، اور خوش خط کتابت یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ صاحب کتاب نے نہ صرف علمی وقعت بلکہ جمالیاتی لطافت، فنی نزاکت اور دیدہ ودل نوازی کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ کتاب یو جی سی (U G C)، نیٹ (NET)، جے آر ایف (JRF)، سیٹ، گریجویشن وپوسٹ گریجویشن کی سطح کے تمام داخلہ جاتی امتحان میں معاون اور این ای پی (NEP20) کی گائڈ لائن کے مطابق جدید تعلیمی پالیسی کے تحت، تمام یونیورسٹیوں کے بی اے، ایم اے سطح کے تمام نصابی موضوعات کا مکمل احاطہ کرنے والی ایک منفرد تحقیقی، تنقیدی، مستند اور معتبر کتاب ہے۔

ہم استاذ محترم کی اس اہم کاوش پر خوب خوب مبارکباد پیش کرتے ہیں اور نیک خواہشات کا اظہار کرنے کے ساتھ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی افادیت کو عام وتام کرے، ان کی دینی، علمی وادبی خدمات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے، صاحب کتاب اور ان کے معاونین کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے، اور ہمیں ان سے کماحقہ مستفید ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

☆☆☆

مقدس یوم عاشور کے موقع پر خرافات اور گمراہیوں کو روکنا بے حد ضروری

جلسہ یاد امام حسینؓ سے مولانا نزعیم الدین حسامی، ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی اور محسن خان کا خطاب

محسن خان، حیدرآباد

موجودہ حالات میں دینی تعلیم سے نوجوان نسل کو جوڑنا ضروری ہے۔ اسکولوں اور مدرسوں میں مختلف عنوانات کے تحت جلسے منعقد کرتے ہوئے نوجوان نسل کو ایک اچھا اور سمجھدار دین کا داعی بنانا چاہئے۔ ان خیالات کا اظہار مدرسہ دینیات جامع مسجد عائشہ عبدالرحمٰن الثقاف ،فاروق نگر میں منعقدہ جلسہ یاد حسینؓ سے مولانا نزعیم الدین حسامی (سکریٹری سراج العلماء اکیڈیمی) نے کیا۔ انہوں نے میر وقارالدین علی خان صدیقی کی جانب سے مدرسہ میں دینی وعصری تعلیمی کی فراہمی پر انہیں مبارک باد پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں نوجوان نسل کو باشعور بنانا چاہئے تاکہ وہ دین کے نام پر پھیلائی جارہی خرافات اور برائیوں سے وہ واقف ہوسکے۔ ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی (ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی) نے کہا کہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی آخرت میں کامیابی کیلئے انہیں مکمل دینی تعلیم فراہم کریں۔ امام حسینؓ نے آخری وقت تک نماز کی پابندی کی اس لئے ہمیں چاہئے نمازوں کی پابندی کریں۔ امام حسینؓ کے سجدہ کی لاج رکھیں اور حقیقی حسینیؓ بن کر زندگی گذاریں۔ محسن خان نے اس موقع پر کہا کہ یوم عاشور کے مقدس موقع پر اضلاع میں ناچ گانا ،تماشے ،میوزکل ڈانس اور انسان جانور بن کر کرتب بازی وغیرہ کررہے ہیں اس کے روک تھام کیلئے علمائے کرام اور سماج کے ذی شعور افراد کو آگے آنا چاہئے۔ انہوں نے یوم عاشور کے موقع پر شہر کے مختلف محلہ جات میں منعقد ہونے والے میلوں کی مذمت کی۔

جلسہ کا آغاز قاری نصیر الدین کی قرأت کلام پاک سے ہوا۔ محمد رضوان بیابانی نے حمد باری تعالیٰ پیش کی۔ مدرس مدرسہ عائشہ عبدالرحمٰن الثقاف حافظ نصیر الدین نے مدرسہ کی تعلیمی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ مدرسہ کی طالبات کلثوم فاطمہ نے ''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد'' اور یسریٰ ماہین نے ''وقت کی قدر'' عنوانات پر تقاریر کیں۔ میر وقارالدین علی خاں نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ ہمیں دینی تعلیمات پر مکمل طریقہ سے عمل پیرا ہونا چاہئے۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ روزانہ بچوں کو قرآن پڑھائیں۔ بچپن سے ہی ان میں دین سے محبت کا جذبہ پیدا کریں۔ اس موقع پر منعقدہ مشاعرہ میں قاری نصیرالدین، فاروق بن بدر، خلش حیدرآبادی، گووندا کشے، اکمل علی سلمان، محمد خلیل اور حافظ محمد عمران نے نعتیہ ومنقبتی کلام پیش کیا۔ پروگرام کنوینر سہیل شیخ نے شکریہ ادا کیا۔ مولانا نزعیم الدین حسامی کی دعاء پر جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔

☆☆☆

علم وحکمت سے دوری مسلمانوں کے زوال کا سبب

نظام آباد میں مسٹر سہیل خان کی تہنیتی تقریب مختلف قائدین کا خطاب

مجید عارف نظام آباد

7/ جولائی۔ نظام آباد (راست)

امت مسلمہ اپنے مشن کو بھول گئی 'اسلامی تعلیمات اخلاقیات علم وحکمت سے دوری اس کے زوال کا سبب بن رہی ہے۔ حقوق العباد اور کار خیر جیسے قصہ پارینہ بن گئے ہیں اگر کوئی سچی لگن کے ساتھ فلاحی خدمات انجام دینا چاہتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ ان خیالات کا اظہار مسٹر سید عثمان علی این آر آء 'صدر حیدرآباد اسوسیشن' الخبر سعودی عرب نے 6 جولائی کو معروف صحافی مسٹر محمد سہیل خان ایڈیٹر یو این این 24 نیوز کی تہنیتی تقریب منعقدہ علامہ اقبال لائبریری ہال نظام آباد میں کیا۔ جنہوں نے مانو کے ذریعے جرنلزم میں ڈپلوما حاصل کیا ہے۔

مسٹر سید واجد علی این آر ٹی وسابق صدر سوسائٹی نے نئی نسل کی اخلاقی گراوٹ بے راہ روی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فلاحی خدمات کے ذریعہ قوم وملت میں پھیلی ہوئی علمی معاشی سماجی پسماندگی کو دور کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نوجوانوں کو مقصد حیات پر غور وفکر کا مشورہ دیتے ہوئے اپنی زندگی عملی طور اسلامی اصولوں کے مطابق گزارنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس موقع پر مسٹر ملک مظہر اللہ

انجینئر نے مسٹر سہیل خان کی خدمات کی ستائش کی۔

مسٹر سید عثمان علی نے علامہ اقبال لائبریری ہال میں بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے اپنی جانب سے خدمات پیش کرنے کا اعلان کیا۔ جس کی سوسائٹی کے جانب سے ستائش کی گئی۔ قبل ازیں صدر سوسائٹی مسٹر محمد عمر ببلو نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ مسٹر سید نواز مشیر سوسائٹی نے کاروائی چلائی۔ مسٹر محمد جیلانی صدر انتظامی کمیٹی مسجد قلعہ کے شکریہ پر تقریب کا اختتام عمل میں آیا۔

اس موقع پر مسرز محمد غوث مولوی صاحب، فرحت علی خان، محمد ریاض، محمود خان، شیخ عرفان، شیخ غفور، مسعود علی، محمد سلیم، شیخ رزاق، شیخ عدنان سمیع، محمد مزمل کے علاوہ طلباء و نوجوانوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔

☆☆☆

فاضل حسین پرویز۔حیدرآباد

خاندان آصف جاہی کے تعلیمی مشن کو جاری رکھنے عظمت جاہ کا عزم

مکرم جاہ اسکول میں گریجویشن ڈے سے خطاب، ہونہار طلبہ کے لیے اسکالرشپ کا اعلان

حیدرآباد۔10/جولائی (پریس نوٹ) آصف جاہ نہم نواب میر عظمت جاہ بہادر نے کہا کہ علم سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے جس کے پاس علم ہے وہی فاتح زمانہ ہے۔نواب عظمت جاہ 10 جولائی کو مکرم جاہ اسکول پرانی حویلی کے آصف جاہ ہال میں دسویں جماعت کے طلبہ کے گریجویشن ڈے تقریب سے مخاطب تھے۔نویں نظام کی حیثیت سے تخت نشینی کے بعد مکرم جاہ اسکول میں یہ ان کی پہلی تقریر تھی۔انہوں نے طلبہ کو تلقین کی کہ ان کے والدین ان کے سنہرے مستقبل کے جو خواب دیکھے ہیں اسے حقیقت میں بدلنے کے لیے سخت محنت کریں۔انہوں نے اس موقع پر اسکول کے 10 غیر معمولی ہونہار طلبہ کے لیے اسکالرشپ کا اعلان کیا۔مکرم جاہ اسکول نواب میر برکت علی خان مکرم جاہ بہادر نے قائم کیا تھا جو تعلیمی ترقی کے لیے آصف جاہی خاندان کی علمی اور تعلیمی خدمات کا تسلسل ہے۔عظمت جاہ بہادر نے اس اپنے خاندان کے تعلیمی مشن کو جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔ نواب ابوالفیض خان ٹرسٹی مکرم جاہ ٹرسٹ فار ایجوکیشن اینڈ لرننگ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ منزل کو حاصل کرنے کا کوئی مختصر راستہ نہیں ہے بلکہ سخت محنت، ڈسپلین، وقت کی پابندی اور منزل تک پہنچنے کی جستجو ہی کامیابی تک پہنچنے کی ضمانت ہے۔ انہوں نے تعلیم کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کی ضرورت پر زور

دیا اور اپنے مستقبل کے تعین کے لیے خود کو فیصلہ کرنے کا مشورہ دیا۔انہوں نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ مسرت محل پرانی حویلی کے ایک حصہ کی تزئین نو کی گئی اور یہاں تقریب منعقد کی گئی۔نواب فیض خان نے طلبہ کے والدین اور سرپرستوں کو بھی مشورہ دیا کہ وہ اپنے بچوں کو ان کی مرضی اور پسند کے مطابق کورسس کے انتخاب کی آزادی دیں۔ٹرسٹی فیض بن جنگ نے طلبہ کو مبارکباد پیش کیا اور انہیں تلقین کی کہ وہ اپنے خلاق، کردار، ذہانت سے دنیا میں اپنا واپنے والدین اور اپنے اسکول کا نام روشن کریں۔ پرنسپل ریکھا وادھے نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ قبل ازیں نواب عظمت جاہ بہادر نے این سی سی کیڈیٹس کے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔انہوں نے طلبہ اور طالبات سے تبادلہ خیال کیا اور ان کے ساتھ گروپ فوٹوس بھی لیے۔اس موق پر جناب خلیل احمد ٹرسٹی اور دیگر بھی موجود تھے۔

شبلی انٹر نیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، حیدرآباد

SHIBLI INTERNATIONAL

EDUCATIONAL & CHARITABLE TRUST

SIECT

Regd. No.
180/2016

مدرسہ و مسجد کے تعاون کی اپیل

حدیث نبوی ﷺ ہے خَیرُکُم مَن تَعَلَّم القُرآن وَعَلَّمَہ ۔تم میں بہترین انسان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔اس حدیث سے علم اور قرآن علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اسی علم کی نشر و اشاعت کے لئے **مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم** ۱۵؍جنوری ۲۰۱۷ء کو قائم کیا گیا تا کہ امت مسلمہ کے نونہالان زیور علم سے آراستہ ہوں اور ملک و ملت کی خدمت میں وقف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔آمین یارب العٰلمین۔

مدرسہ ہذا کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔جملہ اخراجات کی ادائیگی اہل خیر حضرات کے تعاون سے ہوتی ہے۔

الحمدللہ مدرسہ میں تعمیری کام بھی جاری ہے، اس وجہ سے اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ مدرسہ کا نقد یا اشیاء کے ذریعہ تعاون فرما کر یا کسی طالب علم کی کفالت لیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

مسجدِ الٰہی

زیر انتظام شبلی انٹر نیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ حیدرآباد کا تعمیری کام جاری ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ایک مخیّرہ خاتون نے 126 گز اراضی ٹرسٹ ہذا کو مسجد کے لئے وقف کیا ہے، اللہ تعالیٰ مخیّرہ کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ دے، آمین۔ مسجدِ الٰہی کی زمین مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم وادیٔ عمر شاہین نگر حیدرآباد کا (اقامتی وغیر اقامتی) ادارہ ہے، جو شبلی انٹر نیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیر انتظام 2017 سے خدمات انجام دے رہا ہے، بالکل اسی سے متصل ہے۔ مدرسہ ہذا اور بستی کے لئے مسجد ناگزیر ہے، اس وجہ سے آپ تمام حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ مسجد ہذا کے تعمیری کام میں نقد یا اشیاء کے ذریعہ معائنہ کر کے حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

جزاک اللہ خیرًا أحسن الجزاء.

Bank Name : IDBI **A/c Number** : 1327104000065876

A/c Name : SHIBLI INTERNATIONAL EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST

IFSC Code : IBKL0001327. Branch: Charminar

G Pay & Phone Pay : 8317692718, WhatsApp: 9392533661

العارض: حافظ و قاری مفتی ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی خطیب مسجد عالیہ، بانی و ناظم مدرسہ ہذا چیرمین شبلی انٹر نیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad

July 2025 جولائی

RNI: TELURD/2018/77022
ISSN: 2581-9216

Rs. 30/-

S.No.: 22-1-114, Jambagh, Kali Khabar Main Road, Dar-ul-shifa, Hyderabad - 500 024, TS
Off.: 5-3-989, 104, First Floor, Sherza Estates, N.S. Road, M.J. Market, Hyderabad - 500 095
email: kgnteasales@gmail.com

Editor, Printer, Published & Owned by Mohd. Muhamid Hilal
Printed at Daira Electric Press, #22-8-143, Chatta Bazar, Hyderabad. 500 002.
Published at #17-3-352, B1, 2nd Floor, Bafana Complex, Dabeerpura, Hyderabad - 23, T.S
Cell: 9392533661, 8317692718, Email: muhamidhilal@gmail.com